راہِ اعتدال

خانقاہی اعمال واشغال کے متعلق
جماعتِ تبلیغ کی غلط فہمیوں کا ازالہ

اہم فتویٰ

از قلم

مفتی عبد القیوم راجکوٹی

تائید وتصدیق

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث، صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

ناشر

مکتبہ محمودیہ محمود نگر ڈابھیل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

راہِ اعتدال

خانقاہی اعمال واَشغال کے متعلق
جماعتِ تبلیغ کی غلط فہمیوں کا ازالہ

اہم فتویٰ

از قلم

مفتی عبد القیوم راجکوٹی

تائید وتصدیق

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
(صدر مفتی وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

ناشر

مکتبۂ محمودیہ، محمود نگر، ڈابھیل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تفصیلات

کتاب کا نام:.................................راہِ اعتدال

ازقلم:...........مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی (معین مفتی جامعہ ڈابھیل)

تائید وتصدیق:....حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

صفحات:.....................................۱۷۶

ناشر:.....................مکتبۂ محمودیہ، محمود نگر، ڈابھیل

ملنے کے پتے

مکتبۂ انور (مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی) 99246,93470

ادارۃ الصدیق ڈابھیل: 9904886188 /9913319190

شعبۂ فیض محمود، سورت: 97261,55522

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	تائیدی کلمات	۹
۲	سوال کی تمہید	۱۳
۳	اکابرِ تبلیغ اور راہِ سلوک	۱۴
۴	اکابرِ تبلیغ کی نسبتِ باطنہ کی قوت	۱۷
۵	تبلیغی جماعت خانقاہوں میں	۱۹
۶	حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا اعتدال	۲۰
۷	قلب سے تکدّر دور کرنے کے سلسلے میں ایک معمول	۲۱
۸	موجودہ اکابرِ تبلیغ میں سے بعض کا خانقاہ اور مشائخ کے بارے میں موجبِ حیرت رویہ	۲۳
۹	ایک واقعہ: انفرادی اعمال کے پہاڑ اجتماعی اعمال کے ذرات سے بھی چھوٹے ہیں	۲۴
۱۰	کسی دینی تحریک سے وابستگی تزکیہ کے لیے کافی نہیں	۲۶
۱۱	مروّجہ تبلیغ پورا دین نہیں	۲۷
۱۲	حکمتِ عملی سے عوام اور علما میں قربت	۲۹
۱۳	لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ	۳۰

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۱۴	واقعے سے استدلال کے جوابات	۳۱
۱۵	کتاب ''فضائلِ اعمال''فنِ تصوف کا جامع مرقع	۳۴
۱۶	حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی قیمتی نصیحت	۳۷
۱۷	حضرت شیخ کی طبیعت میں اعتدال کے نمونے ان ہی کے گرامی ناموں کی روشنی میں	۳۸
۱۸	بالفرض اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لے آویں تو کونسا کام اختیار فرمائیں گے؟	۳۸
۱۹	تبلیغ وذکر میں کون مقدم ہے؟	۴۰
۲۰	مرکزِ تبلیغ کی آمد ورفت رکھا کریں	۴۰
۲۱	ذاکر کو حقیر نہ جانیو	۴۱
۲۲	تبلیغی مرکز کو خانقاہ بنادیا	۴۱
۲۳	ایک اعلان: تبلیغ میں وقت لگانا	۴۲
۲۴	تزکیۂ نفس اور تبلیغ کی شرعی حیثیت	۴۳
۲۵	عام تبلیغ واجب نہیں	۴۳
۲۶	مذاہبِ اربعہ کی تصریح	۴۶
۲۷	فتاویٰ	۴۹
۲۸	تزکیۂ نفس	۵۰
۲۹	ہدایت واصلاح کے دوسلسلے: کتاب اللہ اور رجال اللہ	۵۴

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۳۰	صوفیائے کرام کے مجوَّزہ اکثر طریقے اور تعلیمات انتظامی تدبیریں ہیں، احکام نہیں	۵۸
۳۱	عقیدۂ توحیداور توحید مطلب کی تشریح	۶۱
۳۲	توحید مطلب کی عمدہ مثال	۶۳
۳۳	شیخ کی تعلیمات پر عمل کرنے میں قطعی الدلالۃ کا شبہ اور اس کا ازالہ	۶۶
۳۴	فنافی الشیخ، غلو فی الدین نہیں	۷۰
۳۵	غلو کی حقیقت و مذمّت	۷۱
۳۶	دینی اعمال میں غلو	۷۳
۳۷	ایک واقعہ: غلو سے اعتدال کی طرف	۷۶
۳۸	لَا تَغْلُوْا فِي دِينِكُمْ کی تفسیر	۷۹
۳۹	فوائدِ مہمہ	۸۲
۴۰	فنافی الشیخ	۸۳
۴۱	فنافی الشیخ کا ثبوت	۸۴
۴۲	غلو کا ملزم کون؟	۸۸
۴۳	اہلِ تبلیغ کے غلو کے دس نمونے	۸۹
۴۴	ایک تبلیغی مقرر صاحب کا واقعۂ شاہِ ہرقل سے غلو آمیز استدلال کا جواب	۹۱
۴۵	اہلِ تصوف ہر امر میں شیخ کی اتباع لازم سمجھتے ہیں	۹۵
۴۶	پیری مریدی کا ثبوت	۹۷

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۴۷	شیخ کی توجہ موجبِ ہدایت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت توجہ سے ابوطالب کیوں ایمان نہ لاسکے؟	۱۰۰
۴۸	توجہ کی اصل	۱۰۱
۴۹	توجہ کی اقسام	۱۰۳
۵۰	حقیقتِ تصوف	۱۰۵
۵۱	توجہ وتصرف کے دو درجے	۱۰۸
۵۲	توجہ سے وقتی اثر ہوتا ہے	۱۱۱
۵۳	توجہ مؤثر نہ ہونے کی وجہ انکار ہے	۱۱۲
۵۴	ایک واقعہ	۱۱۳
۵۵	منکر پر توجہ مؤثر نہ ہونے کی وجہ	۱۱۷
۵۶	قلبِ مرید پر فیضان بہ واسطۂ شیخ کیوں؟	۱۱۹
۵۷	متعدِّد شیوخ سے بیعت کی ممانعت	۱۲۱
۵۸	صوفیا کے مجاہدے رہبانیت نہیں	۱۲۵
۵۹	رہبانیت کی تشریح	۱۲۵
۶۰	کیا رہبانیت مطلقاً مذموم وناجائز ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟	۱۳۰
۶۱	ہر زمانے کے مجاہدے الگ الگ ہوتے ہیں	۱۳۲
۶۲	مجاہدے سے مقصود اعتدال ہے	۱۳۳
۶۳	تقلیلِ لذات کا ثبوت	۱۳۴

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۶۴	حضرات اولیاء کی طرف منسوب چند مجاہدے	۱۳۵
۶۵	''تبلیغ کا فائدہ متعدی اور سلوک کا لازم'' کی حقیقت	۱۳۸
۶۶	علامتِ اخلاص	۱۴۰
۶۷	تصوف کے چار سلسلے اور خاصیت	۱۴۲
۶۸	کشف کی حقیقت	۱۴۵
۶۹	اہلِ باطل کو بھی کشف ہوتا ہے	۱۴۶
۷۰	''کشف'' یقین میں اضافے کا سبب ہے یا حجابِ راہ؟	۱۴۸
۷۱	غیر مسلم وفاسق کو کشف	۱۴۹
۷۲	قدرت اللہ نامی شخص کے کشف قبور کے واقعے	۱۵۰
۷۳	کشف کے ذریعے علم وامتحان	۱۵۱
۷۴	اجتماعی ذکر وقرآن خوانی کے حکم میں فرق کیوں؟	۱۵۳
۷۵	ذکر جہری کا ثبوت	۱۵۶
۷۶	مراقبے کا ثبوت	۱۵۷
۷۷	غور وفکر کی فضیلت	۱۵۹
۷۸	مراقبہ بنیادی ستون ہے	۱۶۰
۷۹	اجتماعی قرآن خوانی	۱۶۳
۸۰	بیعت کے اقسام	۱۶۴

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

٨١	خلاصۂ جواب تبلیغی جماعت کے اعمال اور خانقاہ کے اَشغال میں ہم آہنگی کے نمونے	١٦٦
٨٢	تبلیغی اعمال مشائخ چشتیہ کے اشغال کا سنگم ہے، دو مؤرخوں کی شہادت	١٧٠
۞	مراجع ومصادر	١٧٣

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تائیدی کلمات

از: حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

آخری دور میں علمائے دیوبند کو اللہ رب العزت نے یہ امتیازی شان عطا فرمائی ہے کہ، اُنھوں نے دین کے مختلف شعبہ جات میں نقطۂ اعتدال قائم فرما کر عہدِ صحابہ وتابعین اور اسلافِ کرام کی یاد تازہ کردی، دین کے کسی بھی شعبے کو لے لیجیے: درس وتدریس ہو یا معرکۂ فکر ونظر، راحت وامن کا عالَم ہو کہ ہنگامۂ خطر، اشغالِ صوفیہ ہو یا امورِ تبلیغیہ؛ تمام جگہوں میں وہ نقطۂ اعتدال پر قائم رہ کر أُمّةً وسطاً کا جیتا جاگتا نمونہ نظر آئیں گے۔ اِسی جماعت کے عظیم بزرگ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی ثم دہلوی نور اللہ مرقدہ ہیں، حق تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اِس صدی میں اُن سے تبلیغی جماعت کی نقل وحرکت کی شکل میں محیر العقول کام لیا، جس کی نظیر پچھلی صدیوں میں نہیں ملتی، حضرت نے تمام مشاغل سے یکسو ہوکر اپنی حیاتِ مستعار کے قیمتی لمحات جماعت کو پروان چڑھانے میں وقف کردیے۔ حضرت کے وصال کے بعد جماعت کی سرپرستی حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمائی، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو تو بہ ذاتِ خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنی حیات ہی میں جماعت کا سرپرست ومُربی نامزد فرما کر نظام الدین مرکز رہنے پر مجبور فرمایا تھا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ بہ یک وقت مدارسِ دینیہ کے سرپرست، اصلاح

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وارشاد کے شیخ، جماعت تبلیغ کے مربی تھے، تمام شعبہ جات کی نگرانی میں نقطۂ اعتدال پر قائم رہ کر اقلیم در اقلیم فیوض وبرکات کی نشر واشاعت فرمائی۔ سیدی وسندی فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے اپنے مشہور قصیدہ ''وصف شیخ'' میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی جامعیت کی طرف اِس شعر میں اشارہ فرمایا:

خانقاہ ومدرسہ قائم نمودہ جا بجا	تربیت کردہ فرستد کارواں در کارواں

ہماری شامتِ اعمال کی وجہ سے پچھلے چند سالوں سے بعض حضرات کی بے اعتدالی کی وجہ سے جماعت تبلیغ، اکابر کے جادۂ اعتدال سے ہٹ رہی ہے، یہ حضرات اِسی کام کو ''کُل دین'' اور اِسی کو ''شیخ الکل فی الکل'' سمجھ رہے ہیں، اور اپنے ماتحتوں کی ذہن سازی اِسی نہج پر کر رہے ہیں۔ اِن کے اس رویے کی وجہ سے معتدل مزاج اکابر تبلیغ ایک ہیجان اور عوام شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں، ضرورت تھی اِس بات کی کہ اِس سلسلے کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے، اور کام کے سلسلے میں اکابر کا مزاج ومذاق منصۂ شہود پر لایا جائے۔

اتفاق سے تین ماہ قبل علاقۂ مہاراشٹر سے ہمارے دارالافتاء میں ایک استفتاء آیا، جو چودہ سوالات پر مشتمل تھا، استفتاء میں جماعت تبلیغ کے اعمال اور خانقاہی اَشغال میں کشمکش ظاہر کی گئی ہے۔ عزیزم مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی سلّمہ (معین مفتی دارالافتاء جامعہ ڈابھیل) نے استفتاء کا مدلّل ومفصّل جواب تیار کیا، احقر نے پڑھا تو بے حد پسند آیا، مُجیب کے لیے دل سے دعائیں نکلیں، جواب اکابر دیوبند کے مذاق کے عین مطابق اور اُن کے دل کی آواز ہے۔

دعوت وتبلیغ کے ابتدائی دَور میں اِن ہی اربابِ افتاء نے اہلِ علم کی طرف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے وارد ہونے والے اشکالات واعتراضات کا جواب دے کر جماعت تبلیغ کی طرف سے دفاع اور اُس کی تائید وتقویت کا فریضہ انجام دیا تھا، اب یہی حضرات تصوف وسلوک کی راہ پر گامزن مشائخ پر ناواقف اہلِ تبلیغ کی طرف سے کیے جانے والے اشکالات کو دور فرما کر احقاقِ حق کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، یہ جواب اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والی جماعتیں ایک دوسرے کی حلیف ہیں، حریف نہیں؛ یہ حقیقت ہر منصِف مزاج کو اپنے مدِ نظر رکھنی چاہیے۔

اِس فتویٰ کی نشر واشاعت سے مقصود اِس سلسلے کی غلط فہمیوں کا ازالہ اور اکابر کے اعتدال کا بھولا ہوا سبق یاد دلانا ہے، حاشا وکلاّ کسی کی تنقیص وتذلیل نہیں۔إن أريد إلا الإصلاح مااستطعت، وماتوفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب.

أملاه: احمد خانپوری عفی عنہ
۵ ر شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

استفتاء

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وضاحت: قارئین کی سہولت کے لیے پہلے تمہید، پھر ہر سوال کے بعد اس کا جواب رکھا گیا ہے۔

سوال کی تمہید

قبلہ المفتی احمد صاحب مدظلہ العالی!!!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ عالی جناب بخیر وعافیت ہوں گے، مزید خیر وعافیت کے لیے بندہ دعا گو ہے اور ناکارہ بھی آپ کی دعائے مخصوص فی اللیل کا محتاج ہے، ایک مسئلہ کے چند جزئیات کا حل مطلوب ہے، لہٰذا بالتفصیل جوابات مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الحمدللہ دین کے دیگر شعبوں کی طرح ایک شعبہ تصوف اور خانقاہ کے نام سے موسوم ہے، جو ماضی بعید سے تشنگانِ ہدایت کو سیرابی کر رہا ہے اور اہل اللہ حضرات بہت سے غافل قلوب پر محنت اور توجہات کے ذریعے ''أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب'' کا مصداق بنانے میں سرگرم ہیں؛ لیکن امت کا ایک بڑا طبقہ اس تصوف اور خانقاہ کو سرے سے مانتا ہی نہیں ہے یا کم از کم اپنے آپ کو اس سے قصداً دور رکھے ہوئے ہیں، حالاں کہ یہ (اہلِ تصوف کو اور اہلِ تصوف کی) نہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ماننے والے فرقِ باطلہ میں سے نہیں ہے؛ بلکہ الحمد للہ مسلکِ دیوبند اور مسلکِ مرکز نظام الدین سے منسلک ہے جو فی زماننا فرقۂ ناجیہ فی الدنیا و الآخرۃ بھی ہے، اور ''ماانا علیہ واصحابی'' (الحدیث) کا بفضل اللہ تعالی صحیح مصداق بھی ہے؛ لیکن امت کا یہ بے علم طبقہ چند اعتراضات واشکالات کی بنا پر رکا ہوا ہے، اگر ان اشکالات کا صحیح حل ادلۂ اربعہ کی روشنی میں واضح ہو جائے تو امید ہے کہ امت کا ایک بڑا طبقہ دعوت وتبلیغ کے اعمال اور امور کے ساتھ ساتھ اپنے تزکیۂ نفس اور اصلاحِ قلب کے لیے تصوف اور ذکر وسلوک اور خانقاہوں اور اہل اللہ حرکات کی طرف بھی اپنے رجحان بڑھا دیں اور اپنے روحانی امراض سے بھی شفایاب ہو، لہٰذا مندرجۂ ذیل اشکالات کے صحیح مکمل و مدلل جوابات دے کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ نیز اگر عبارات اور حوالجات پیش کر دیے جائے تو مزید باعثِ سکون اور نور علی نور ہونے کی امید ہے۔

اکابرِ تبلیغ اور راہِ سلوک

الجواب:- حامداً و مصلیاً و مسلماً:

آپ کے استفتاء میں مروجہ ''تبلیغی جماعت'' اور ''تصوف'' کا ذکر ہے، ان دونوں کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے اس زمانہ میں جہاں بہت سی نئی چیزیں اور نئے حالات پیدا ہوئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علوم دینیہ سے ناواقفیت نے بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگ پیدا کر دیے ہیں جو مروجہ تبلیغ کو ''کل دین'' سمجھ بیٹھے ہیں، ان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کو دین کا ایک خاص شعبہ تصوف۔جس میں روحانی وقلبی صفات و کیفیات اور تزکیۂ نفس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کے دیکھنے اور چکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، اور افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض ناواقف اس خاص شعبہ کے حاملین پر اعتراض کرتے رہتے ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابلِ تعجب اور موجبِ حیرت رویہ بعض ان حضرات کا ہے جو بانیٔ مروجہ تبلیغ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب، حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب اور حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہم کو اپنے اپنے زمانوں میں تبلیغی کارواں کے روحِ رواں مانتے ہیں، ان کا کوئی بیان ان حضرات کے ملفوظات سے خالی نہیں ہوتا، اور اس کے ساتھ تصوف کو تبلیغ سے متصادم کہتے ہیں، حالاں کہ جس کسی نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی سوانح: ''مولانا الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت'' (از قلم: مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) ''ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ'' (جامع و مرتب: مولانا محمد منظور نعمانیؒ) ''سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ'' (از قلم: مولانا محمد ثانی حسنی) ''سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ'' (از قلم: مولانا محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ) کا مطالعہ کیا ہو، وہ اس حقیقت سے ضرور واقف ہوگا کہ یہ حضرات سلوک وتصوف کے قائل اور حامل ہی نہیں تھے؛ بلکہ دین کے اسی شعبہ سے وہ پروان چڑھے اور دعوت وتبلیغ میں جان پڑی۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ۱۳۱۱ھ میں قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خانقاہِ بابرکت میں حاضر ہوکر بیعت ہوئے، گنگوہ اس وقت صلحاء وفضلاء کا مرکز تھا، ان کی اور خود حضرت گنگوہیؒ کی صحبت اور مجالس کی دولت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شب وروز حاصل تھی، دینی جذبات کی پرورش، نیز دین کی سمجھ اوراس کا سلیقہ پیدا کرنے میں ان کیمیا اثر صحبتوں اور مجالس کو جو دخل ہے وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں، مولانا کی دینی اور روحانی زندگی میں اس ابتدائی (خانقاہی) ماحول کا فیض برابر شامل رہا۔ انسان کی زندگی میں مقام وماحول کا اثر قبول کرنے کا جو بہترین زمانہ ہو سکتا ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا وہ زمانہ گنگوہ میں گذرا، جب گنگوہ آئے تو دس گیارہ سال کے بچے تھے، جب ۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہیؒ نے وفات پائی تو بیس سال کے جوان تھے، گویا دس برس کا عرصہ مولانا گنگوہیؒ کی صحبت میں گزارا۔ (حضرت مولانا محمد الیاسؒ اوران کی دینی دعوت، ص ۵۳)

حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے بیعت کی درخواست کی، آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے رجوع کا مشورہ دیا، چناں چہ آپ نے حضرت سہارنپوریؒ سے اپنا تعلق قائم کیا اور آپ کی نگرانی ورہنمائی میں منازلِ سلوک طے کیے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ (ایضاً، ص: ۵۷، ۵۸۔ تذکرۃ الخلیل ص: ۴۲۹)

حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے بیعت ہونے کی درخواست کی، مولانا نے اسے منظور فرمالیا اور ارشاد فرمایا: اللہ مبارک فرمائے اور انشاء اللہ مبارک ہی ہے۔ ۱۳۶۳ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے انتقال سے دو روز پہلے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ (سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ص ۱۹۱ / ۲۰۷)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنی حیات کے آخری دن میں علماء ومشائخ کی موجودگی میں، حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسنؒ کو بیعت کی اجازت دی۔ (سوانح حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ ۱ / ۲۲۸)

اکابرِ تبلیغ کی نسبتِ باطنہ کی قوت

تصوف میں ان اکابر کی نسبتِ باطنہ اتنی قوی تھی کہ آج کل کے اہلِ تبلیغ کے لیے اس کا تسلیم کرنا اور سمجھنا مشکل ہے، مگر بات یقینی اور راوی ثقہ ہے؛ اس لیے مانے بغیر چارۂ کار نہیں، چناں چہ مبلغِ اعظم داعیٔ کبیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا صاحبؒ) کے متعلق حضرت (شاہ عبدالقادر) رائپوریؒ نے فرمایا کہ: شیخ کی نسبت اڑ کر پہنچتی ہے، اللہ نے جو ان کو خصوصیات عطا فرمائی ہیں وہ آج کل کے مشائخ کو بھی نہیں ملی ہیں۔ اور فرمایا کہ: یہ تو آدمی کو لے کر ہی چلتے ہیں اور پہنچا کر ہی چھوڑتے ہیں، تو ایسے شیخ کے پاس خدا نے پہنچایا ہے تو طلبِ صادق کے ساتھ محنت کریں، تو کیا عجب ہے کہ خدا جلد سے جلد نسبت منتقل فرما دیں۔ یعنی مجاز ہونے کی نیت سے تو محنت نہ کرنا چاہیے؛ لیکن اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو جائے اس نیت سے محنت کریں تو بہت جلد نسبت منتقل ہوگی، اور پھر انشاء اللہ اللہ سے ذاتی تعلق پیدا ہوگا۔

میرے بزرگو اور دوستو! اولاً میں یہ سمجھتا تھا کہ حضرت (جی ثانی) مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو تصوف سے کیا تعلق؟ یہ تو یوں ہی ہیں؛ لیکن جب ان کی تقریر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

میں حاضری ہوئی ہے تو دیکھا، کہ ان کی تقریر سے ہی بڑے بڑے مشائخ اور اولیاءاللہ کے قبض دور ہوجاتے۔

حضرت پیر شاہ یعقوب ننھے خاں بھوپالی صاحب اپنا ایک قصہ سناتے ہیں کہ: انہیں ایک بار قبض ہوا، اس زمانہ میں جونہی مولانا الیاس صاحبؒ کے چہرے کو دہلی میں دیکھا تو ان کا قبض دور ہوگیا۔

حضرت (جی) مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بارے میں ایک قصہ ہے کہ: بھاولپور کے ایک بڑے پیر تھے، انہوں نے بتلایا کہ: ایک بار حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اس سے ہی ان کا قبض دور ہوگیا، اور حضرت شیخ کو تو خدا نے بہت اونچا درجہ دیا، ذرا ان کے پاس بیٹھ جاؤ اور چہرہ دیکھ لو، اس سے قبض دور ہوجاتا ہے۔'' (مواعظِ عبیدیہ ۱/ ۵۴۳، ۵۴۴)

''میں نے (مراد حضرت مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے) حضرت رائے پوریؒ سے پوچھا کہ: نسبت کسے کہتے ہیں؟ تو جواب دیا کہ: نسبت کہتے ہیں کہ خدا کا استحضار بغیر صوت اور بغیر حروف اور بغیر لفظ کے ہو۔ ہم نے کہا کہ: حضرت ہم کو تو لفظ اور صوت سے خدا کا علم ہے، حضرت نے فرمایا کہ: فلاں مولوی صاحب ہیں ان کو یہ کیفیت حاصل ہے۔ ہم نے کہا کہ: ہم حضرت !تبلیغ والے ہیں، اور ہنگاموں میں رہنے والے ہیں، ہمیں کہاں یہ بات حاصل ہوسکتی ہے؟ اس پر فرمایا کہ: جب تک تبلیغ کے ساتھ خلوت نہ ہو تو صرف قوالی ہی قوالی ہوگی۔ میں اَور تبلیغ والوں کے بارے میں نہیں کہتا؛ لیکن حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ: اتنا ذکر اور تلاوت کرتے ہیں کہ جب خلوت سے باہر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جلوت میں تشریف لاتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ: ''خلوت در انجمن'' معلوم ہوتے ہیں، ''خلوت در انجمن'' یہ بھی صوفیہ کی اصطلاح ہے''۔ (مواعظِ عبیدیہ ۱/ ۳۴۴، ۳۴۵)

اکابرِ ثلاثہ کی سوانحِ حیات اور نسبتِ باطنی کی کیفیت کے مذکورہ بالا اقتباسات سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ، ان حضرات کی دینی جذبات کی پرورش اور دعوت کی بصیرت اور اس کے فہم و ادراک میں بزرگوں اور خانقاہی کیمیا اثر صحبتوں کا بڑا دخل ہے، اور امت کے تمام طبقات میں اجتماعیت پیدا کرنے میں اپنے اپنے مشائخ سے حاصل کردہ خلوص وللّٰہیت کا یہی جذبہ کارفرما نظر آ رہا ہے۔

تبلیغی جماعت خانقاہوں میں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تبلیغی کام اس لیے شروع فرمایا تھا کہ، مدارس کو زیادہ سے زیادہ طلبہ اور خانقاہوں کو زیادہ سے زیادہ مرید ملیں۔

آخری مرض میں ایک روز مولانا شاہ عطاء اللہ بخاریؒ سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا تھا:

''ہماری تحریک یہی ہے اور یہی ہم سب سے کہتے ہیں، یہ کام اگر ہونے لگے تو اب سے ہزاروں گنے زیادہ مدرسے اور ہزاروں گنی زیادہ خانقاہیں قائم ہو جائیں''۔ (مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت، ص۲۹۶ / ۲۹۷)

مولانا نے اپنے دور میں جہاں خانقاہیں قائم تھیں (مثلاً رائے پور میں حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، تھانہ بھون میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ) ان علاقوں میں اہتمام سے جماعت کو بھیجنا شروع کیا، اور ہدایت فرمائی کہ:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بزرگوں کی مجلسوں میں تبلیغ کا ذکر نہ کریں، پچاس ساٹھ آدمی ماحول کے دیہاتوں میں گشت کریں، اور آٹھویں روز قصبہ میں جمع ہو جائیں، پھر وہاں سے دیہات کے لیے تقسیم ہو جائیں، حضراتِ اکابر کی طرف سے اگر کچھ پوچھا جائے تو بتلایا جائے، از خود کچھ ذکر نہ کیا جائے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''میری ایک پرانی تمنا ہے کہ خاص اصول کے ساتھ مشائخِ طریقت کے یہاں یہ جماعتیں آدابِ خانقاہ کی بجا آوری کرتے ہوئے خانقاہوں میں فیض اندوز ہوں، اور جس میں باضابطہ خاص وقتوں میں حوالی کے گاؤں میں تبلیغ بھی جاری رہے''۔ (ایضاً ص ۱۲۴،۱۲۵)

بدقسمتی یا جہالت سے آج کل اہلِ تبلیغ کا رویہ ہو گیا ہے کہ، جو اہلِ علم یا اہلِ خانقاہ جماعتی پروگرام میں حصہ لیں وہ ان کے ہیں، اور جو حصہ نہ لیں چاہے وہ پھر کسی جامعہ کا شیخ الحدیث یا کسی خانقاہ کا شیخِ وقت کیوں نہ ہو، وہ اچھوت اور اجنبی عنصر ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا اعتدال

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے دَور میں یہ غلو نہ تھا۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ فرماتے ہیں:

چند روز پہلے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا وصال ہوا تھا، حضرتِ ممدوح سے تعلقِ بیعت رکھنے والے ایک صاحب زیارت کے لیے تشریف لائے، راقمِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سطور نے ان کا تعارف کرایا، اس پر حضرت (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) نے فرمایا:

''جن حضرات کا حلقۂ محبت و تعلق اتنا وسیع ہو جتنا کہ ہمارے حضرت تھانوی قدس سرہ کا تھا، چاہیے کہ ان کی تعزیتِ عامہ کی فکر کی جائے، میرا جی چاہتا ہے کہ اس وقت حضرت کے تمام تعلق رکھنے والوں کی تعزیت کی جائے اور خاص طور پر یہ مضمون آج کل پھیلایا جائے کہ: حضرتؒ سے تعلق بڑھانے، حضرت کی برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی حضرت کے ترقئ درجات کی کوششوں میں حصہ لینے اور حضرت کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ: حضرت کی تعلیماتِ حقہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے، اور ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔ جتنا حضرت کی ہدایات پر کوئی چلے گا اتنی ہی بقاعدہ ''من دعی الی حسنة فله اجرها و اجر من عملها'' (حدیث) حضرتؒ کے سرمایۂ حسنات اور درجاتِ عالیہ میں ترقی ہوگی''۔

پھر فرمایا کہ: ''یہ ایصالِ ثواب کا اعلیٰ طریقہ ہے''۔

(ملفوظاتِ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ ص/ ۶۹)

مولانا کی طبیعت کا اعتدال ملاحظہ کیجئے! ہدایت فرمائی کہ حضرت تھانوی کی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے، بہ الفاظ دیگر تزکیۂ نفس کے کام کی نشر و اشاعت کی ہدایت فرمائی۔

قلب سے تکدُّر دور کرنے کے سلسلے میں ایک معمول

خانقاہوں اور بزرگوں کی خدمت میں جانے کی ہدایت کی وجہ یہ سمجھ میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آتی ہے کہ، عمومی اختلاط سے قلب پر ایک قسم کا میل جم جاتا ہے، بزرگوں کی خدمت میں حاضری سے یہ ڈھل جاتا ہے، خود حضرت مولاناؒ کا بھی یہی معمول تھا اور تبلیغی حضرات کو اس معمول کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ چناں چہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ حضرت مولاناؒ کے متعلق رقم طراز ہیں:

''ایک معمول چچا جان قدس سرہ کا مستقل یہ تھا -اور بڑی باریک بات ہے- کہ: وہ جب کسی تبلیغی اجتماع سے واپس آتے تو ایک سفر رائے پور کا ضرور فرماتے؛ ورنہ کم از کم سہارنپور کا، اور اگر دونوں کا موقع نہ ہوتا تو تین دن کا اعتکاف اپنی مسجد میں فرمایا کرتے تھے، اور یہ ارشاد فرمایا کرتے کہ: ''جلسوں کے زمانے میں ہر وقت مجمع کے درمیان میں رہنے سے طبیعت اور قلب پر ایک تکدر پیدا ہو جاتا ہے، اس کے دھونے کے واسطے یہ کرتا ہوں''۔ میں یہ مضمون لکھوا رہا تھا کہ اتفاق سے مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زادمجدہم دیوبند سے تشریف لائے، اور اس وقت تشریف فرما بھی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ: یہ مضمون خود حضرت دہلوی کے'' ملفوظات''میں خود اُن کا ارشاد بلفظہٖ منقول ہے، چناں چہ حضرت چچا جان کے ملفوظات منگوائے گئے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''فرمایا: مجھے جب میوات میں جانا ہوتا ہے تو میں ہمیشہ اہلِ خیر اور اہلِ ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں، پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اسے غسل نہ دوں یا چند روز کے لیے سہارن پور یا رائے پور کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں، قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔ دوسروں سے کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ: دین کے کام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے لیے پھرنے والوں کو چاہیے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو، خلوتوں کے ذکر وفکر کے ذریعہ دھویا کریں''۔ انتہیٰ بلفظہ (آپ بیتی ۴/ ۱/ ۴۶۵، ۴۶۶)

سطورِ بالا سے بخوبی یہ بات سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ اکابرِ تبلیغ کا شعبۂ تزکیہ واحسان سے چولی دامن کا تعلق رہا، اور کیوں نہ ہوتا جب کہ تزکیہ واحسان فرائضِ نبوت کا ایک اہم حصہ ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے، اس سے تعلق رکھے بغیر تبلیغی کام ''کارِ نبوت'' ہو ہی نہیں سکتا۔

موجودہ اکابر تبلیغ میں سے بعض کا خانقاہ اور مشائخ کے بارے میں موجبِ حیرت رویہ

بہ ایں ہمہ مرکز نظام الدین کے موجودہ اکابر میں سے بعض کا موجبِ حیرت رویہ یہ ہے کہ: وہ خانقاہ اور بزرگوں سے اصلاحی تعلق کو تبلیغی کام میں کمزوری کا سبب قرار دیتے ہیں، ان کے فرمانے کے مطابق ''تزکیۂ نفس''، تبلیغی کام میں لگنے سے خود بہ خود ہو جاتا ہے، جس کو اس کا یقین نہ ہو اس نے تبلیغ کو صحیح معنیٰ میں نہیں سمجھا، انہوں نے بزرگوں کے اصلاحی تعلق کے خلاف مستقل مہم چلائی ہے، پہلے انہوں نے تبلیغی خصوصی احباب میں یہ مہم چلائی اور بعد میں عمومی بیان کے ذریعے بزرگوں سے اصلاحی تعلق کی وقعت ختم کرنے کا رول ادا کیا۔ ان کے ایک بیان کے چند جملے یہاں نقل کرتا ہوں:

تبلیغی احباب کے پیر اکھڑنے اور کام سے دلچسپی ختم ہونے پر موصوف نے بہت غور کیا، اُن کو اس کی دو وجہ سمجھ میں آئی اور اس پر بڑے دکھ کا اظہار فرمایا:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(۱) کام کرنے والوں سے علماء نے یہ کہا کہ: یہ سب قتال کے فضائل ہیں، یہ جہاد سے متعلق آیتیں ہیں۔

(۲) اس کام سے تزکیہ کا یقین نہیں۔ یہ سمجھنا کہ تبلیغ میں تزکیہ نہیں یہ جہالت ہے، چاہے وہ کہنے والا شیخِ وقت کیوں نہ ہو، ہم اس کام کو خود مصلح سمجھ کر کریں، اب ہماری نظریں اصلاح کے لیے دائیں بائیں جانے لگیں، مجھے حیرت ہے اس پر کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ: آپ کا اصلاحی تعلق کس سے ہے؟ آپ کیوں نہیں کہتے کہ: میرا اصلاحی تعلق اس کام سے ہے۔ ایک شخص میرے پاس آیا، اس نے کہا: مجھے ایک ماہ کی چھٹی چاہیے اپنے شیخ کے پاس اعتکاف کے لیے۔ میں نے کہا: تم کو کام میں لگے ہوئے چالیس سال ہو گئے، اب تک تم نے عبادت ودعوت کو جمع کیوں نہیں کیا؟ جو عبادت کے لیے دعوت سے چھٹی مانگ رہا ہے وہ دعوت کے بغیر عبادت میں ترقی کیسے کرے گا؟۔

خانقاہ کے مشائخ کے متعلق فرمایا: ان میں شیخ بننے کا مرض اور اپنی ذات سے جوڑنے کا جذبہ ہے، جو تکبر ہے۔

ایک واقعہ: انفرادی اعمال کے پہاڑ اجتماعی اعمال کے ذرات سے بھی چھوٹے ہیں

اس بیان میں موصوف نے ایک واقعہ بیان کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ: خانقاہوں میں بزرگوں کے پاس جو انفرادی اعمال کرتے ہو اس کو چھوڑ کو اجتماعی کام (تبلیغی نقل وحرکت) میں لگ جاؤ، یہ اہم ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

یہ واقعہ فاضلِ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حضرت مفتی زین العابدین فیصل آبادی کا ہے، موصوف کی زندگی کا بیشتر حصہ دعوت وتبلیغ میں گزرا، آپ کے بیانات عالمی اجتماع رائے ونڈ (پاکستان) اور دیگر ممالک میں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ سنے جاتے تھے۔

واقعہ یہ ہے:

''مفتی زین العابدین صاحب کو ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا: ایک جماعت آرہی ہے، وہ تمہیں لے کر جانا ہے، مرکز نظام الدین پر ابھی جماعت آنے کو تین دن باقی تھے، مفتی صاحب نے عرض کیا کہ: ان تین دن میں رائے پور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی خدمت میں حاضری دے کر آجاؤں گا۔ حضرت مولانا نے اجازت دے دی، وہ تشریف لے گئے، حضرت رائے پوری کی خانقاہ میں اس قدر انوار و برکات تھے کہ ان کا دل مچل گیا اور تین دن سے زائد عرصہ ٹھہر گئے، ادھر مرکز پر جماعت آ گئی، حضرت مولانا پریشان ہیں، مفتی صاحب آ نہیں رہے ہیں، مولانا نے حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا صاحبؒ) کو سہارنپور صورتِ حال لکھی، حضرت شیخ بنفسِ نفیس رائے پور تشریف لے گئے اور شیخ نے مفتی صاحب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم یہاں کہاں اٹک گئے؟ چچا جان پریشان ہیں، اور آپ کے منتظر ہیں، مفتی صاحب نے فرمایا: یہاں بہت مزہ آرہا ہے، شیخ نے فرمایا: انفرادی اعمال کے پہاڑ اجتماعی اعمال کے ذرات سے بھی چھوٹے ہیں''۔ (ملخصاً)

مجھے غم ہے ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ چھ نمبر میں پورا دین نہیں ہے، جو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ایسا کہتا ہے وہ اپنی ہی دہی کو کھٹا کہتا ہے، وہ کبھی تجارت نہیں کرسکتا‘‘۔

جس ذمہ دار کے بیان کا خلاصہ نقل کیا جارہا ہے ان کا ایک جملہ اہلِ علم کی خاص توجہ چاہتا ہے، وہ ہے:

’’جو عالم (تبلیغی) کام میں نہیں ہے اس کی بات سے کیوں متأثر ہوتے ہو؟‘‘۔

(بیان کے اقتباسات پورے ہوئے۔ یہ بیان بلفظہٖ احقر کے پاس ریکارڈ کی شکل میں محفوظ ہے۔)

کسی دینی تحریک سے وابستگی تزکیہ کے لیے کافی نہیں

بیان کا مقصد واضح ہے کہ تبلیغی تحریک سے وابستگی آدمی کے تزکیہ کے لیے کافی ہے، کسی شیخ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں، اس سلسلے میں عرض ہے کہ: آدمی کی اصلاح کے لیے کسی دینی تحریک و جماعت سے محض وابستگی کافی نہیں، دور جانے کی ضرورت نہیں، خود ہندوستان کا قصہ ہے، تقریباً دوسو سال پہلے حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد و اصلاح نے اپنے متبعین اور مریدین میں للّٰہیت، خلوص، اتحاد و نظم، سیاست اور تنظیم کا جو جوہر پیدا کردیا تھا اہلِ علم اس سے بخوبی واقف ہیں، اس کو سمجھنے کے لیے ’’سیرت سید احمد شہیدؒ‘‘ (از قلم: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) کا چوتھا باب کافی ہے، ایسا انقلاب برپا کیا کہ بنگال کی سرحد سے لے کر پنجاب تک، اور نیپال کی ترائی سے لے کر دریائے شور کے ساحل تک اسلامی جوش و عمل کا دریا موجیں مار رہا تھا، اور حیرت انگیز وحدت کا سماں آنکھوں کو نظر آرہا تھا۔ سید صاحب کی تحریک کے اکثر مجاہدین و مبلغین سید صاحب سے بیعت تھے۔ اگر کسی تحریک سے صرف وابستگی ہی اصلاح کے لیے کافی ہوتی، تو اصلاحِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حال کے لیے بیعت کی ضرورت نہ ہوتی، سید صاحبؒ جگہ جگہ مجالسِ بیعت کے انعقاد کا اہتمام نہ فرماتے، جب کہ سید صاحب کی تحریک میں شامل ہونے والے مجاہدین پر آیاتِ جہاد اور نصوصِ احادیث براہِ راست صادق آتی ہیں، وہ ان نصوص کے سچے مصداق تھے، تو پھر جو مبلغین بتاویل مصداق ہوں اور ان کی دینی معلومات بھی سطحی ہوں، ان کی اصلاح محض اور محض دعوت و تبلیغ سے ہو جائے یہ خام خیالی ہے۔ اگر ان کی یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ اصول کے مطابق تبلیغ کرنے سے خود بخود تزکیہ ہو جاتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اکابرِ تبلیغ نے اپنے اپنے شیوخ کے پاس یوں ہی وقت گزاری کی۔

مروّجہ تبلیغ پورا دین نہیں

نیز ان کی یہ بات تسلیم کرنے کی صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ: مروجہ تبلیغ ”جمیع ما جاء به النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کی حامل ہے، یہ کہنا تو صحیح ہے کہ تبلیغ ”جمیع ما جاء به النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کو زندہ کرنے کی محنت اور یہ اس کا مقصد ہے؛ لیکن یہ کہنا کہ تبلیغ ”جمیع ما جاء به النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ (بہ شمولت تزکیہ واحسان) ہے؛ صحیح نہیں، تبلیغی جماعت کے چھ نمبر کو ”پورا دین کہنا“ اس کا غلط ہونا اتنا واضح ہے کہ، اس کے دلائل کی ضرورت نہیں؛ تاہم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) ایک صحبت میں (مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے) فرمایا: ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو ”جمیع ما جاء به النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ سکھانا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا)، یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد، رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت، سو یہ اس مقصد کے لیے ابتدائی ذریعہ ہے، اور کلمہ و نماز کی تلقین و تعلیم گو یا ہمارے پورے نصاب کی ''الف، بے، تے'' ہیں، یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورا کام نہیں کر سکتے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص: ۳۲)

(۲) اگر کہیں دیکھا جائے کہ وہاں کے علماء اور صلحاء اس کام کی طرف ہمدردانہ طور سے متوجہ نہیں ہوتے تو ان کی طرف سے بدگمانیوں کو دل میں جگہ نہ دی جائے۔ (ایضاً ص: ۳۶)

(۳) ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلا وجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے، اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت ہے۔ (ایضاً ص: ۵۶)

(۴) علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا، اس کی مجھے بڑی فکر ہے، اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہلِ علم اور اہلِ ذکر کے پاس بھیجا جائے۔ (ایضاً ص: ۵۷)

اہلِ علم و بصیرت سے میری درخواست ہے کہ موصوف کے بیان کے اقتباسات پر غور فرما کر انصاف کریں کہ یہ بیان عام مبلغین کو مشائخ و علماء سے قریب کرے گا یا بیگانہ؟ کیا یہ بیان حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور دیگر معتدل اکابر مبلغین کے نہج اور طریقۂ کار سے ہٹا ہوا نہیں ہے؟ یقیناً ان کے طریقۂ کار سے ہٹا ہوا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حکمتِ عملی سے عوام اور علما میں قربت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی کوششوں اور حکمتِ عملی سے یہ اثر پیدا ہو گیا تھا کہ، عوام اور بڑے بڑے تاجر جو علماء سے برسوں سے متوحش تھے علماء کی خدمت میں مؤدبانہ حاضر ہو کر اپنے مسائل حل کرواتے، اور اہلِ علم کو اپنے تبلیغی جلسوں اور تقریبوں میں بڑے ادب و احترام کے ساتھ لے جانے لگے تھے۔

ملاحظہ کیجئے! حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ۔ جن کا نشو ونما حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے یہاں آمد ورفت اور ان کے ساتھ قلبی تعلق سے ہی ہوا اور تحریکِ تبلیغ کو بہت قریب اور غور سے دیکھا۔ تحریر فرماتے ہیں: مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) ایک طرف علماء کو عوام سے اس دعوت کے ذریعہ قریب ہونے کی اور ان کا درد اپنے دل میں پیدا کرنے کی تاکید فرماتے تھے، دوسری طرف عوام کو علماء کی مرتبہ شناسی، قدردانی اور ان سے استفادہ کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے، ان کو بتاکید اصول کے مطابق علماء کی خدمت میں حاضر ہونے کی فہمائش کرتے تھے، ان کی ملاقات اور زیارت کا ثواب بیان فرماتے تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے آداب واصول سمجھاتے تھے، ان کو دعوت دینے اور ان سے فائدہ اٹھانے اور ان کو مشغول کرنے کا طریقہ بتاتے تھے، ان کی جو باتیں سمجھ میں نہ آئیں ان کی تاویل اور ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے کی عادت ڈالتے، ان کو ان کی خدمت میں بھیجتے تھے، اور پھر ان سے پوچھتے تھے کہ کس طرح گئے اور کیا باتیں ہوئیں؟ پھر ان کی تنقیدوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور تأثرات کی اصلاح وتصحیح فرماتے تھے، اس طرح عوام تجّار اور کاروباری لوگوں کو علماء سے اتنا قریب کردیا کہ پچھلے برسوں میں (غالباً تحریکِ خلافت کے بعد) کبھی اتنے قریب نہیں ہوئے۔ (حضرت مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت ص: ۱۵۴، ۱۵۵)

لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ

موصوف کا یہ دعویٰ کہ ’’تزکیۂ نفس کے لیے کسی شیخ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں، تحریکِ تبلیغ اور دعوتی کام اور ذکر سے خود بخود تزکیہ ہوجاتا ہے‘‘ قابلِ تسلیم نہیں، انسان کے باطن میں جو خراب اور فاسد قسم کی صفتیں ہوتی ہیں ان کو ’’رذائل‘‘ کہا جاتا ہے اور رذائل کی اصلاح کسی کامل شیخ سے ہی ہوسکتی ہے، ’’لکل فن رجال‘‘ یعنی ہر فن کو حاصل کرنے کے لیے اس کے ماہر کے پاس جانا ضروری ہے، آیاتِ قرآنیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے، قرآن شریف میں نبیٔ کریم ﷺ کے تین وصف نعمائے الٰہیہ کے ضمن میں بتلائے ہیں (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) ان میں سے ایک ہے: ’’ویزکیھم‘‘ [آل عمران: ۱۶۴] اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک وغیرہ سے۔ یہی صفت سورۂ جمعہ آیت: ۲/ میں بیان فرمائی ہے، ایک اَور جگہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے بھیجنے کی دعا فرمائی تھی، اُس میں بھی یہی صیغہ استعمال کیا گیا۔

غور فرمالیں! تینوں جگہ ’’یزکی‘‘ کا فاعل نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔

جس واعظ ومقرر صاحب کا اقتباس سطورِ بالا میں پیش کیا گیا وہ یہ وعظ و

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نصیحت اُن لوگوں کو کرتے ہیں جو قرآن کے علوم سے ناواقف ہیں، اور دین کے بارے میں اُن کی معلومات ادھوری اور سطحی ہیں، جن کا دائرۂ معلومات اور علمی معراج چھ نمبر سے زائد نہیں، کیا بیان سن کر ان کے دلوں میں یہ تأثر پیدا نہ ہوگا کہ ہمیں کسی فقیہ کی ضرورت ہے، نہ کسی شیخ کی، کیوں کہ تبلیغی کام ''شیخ الکل فی الکل'' ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی پوری جد و جہد یہی رہی کہ، اگر علما نے اس دعوت کے ذریعہ عوام سے اپنا ربط نہ بڑھایا تو عوام اور علما میں ایک خلیج حائل ہوجائے گی، بالفاظِ دیگر عوام علماء سے کٹ جائیں گے، جب کہ مذکورہ تقریر کا ہر ہر لفظ و جملہ عوام وعلما کے مابین بیگانگی اور وسیع خلیج پیدا کر رہا ہے۔ یا أسفا.

واقعے سے استدلال کے جوابات

رہا وہ واقعہ جس میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے مفتی زین العابدین صاحبؒ سے یہ فرمایا کہ: ''انفرادی اعمال کے پہاڑ اجتماعی اعمال کے ذرات سے بھی چھوٹے ہیں''، اِس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ انفرادی اعمال (جیسے ذکر واشغال کے لیے یکسوئی اور خانقاہ کی گوشہ نشینی) اجتماعی اعمال (جیسے تبلیغی نقل وحرکت) کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں، بہ چند وجوہ درست نہیں:

جواب نمبر (۱): اللہ تعالیٰ مبلغِ اعظم حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فاذا فرغت فانصب و الی ربك فارغب'' یعنی جب آپ ایک محنت یعنی دعوتِ حق اور تبلیغِ احکام سے فارغ ہوں تو (دوسری) محنت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے لیے تیار ہوجایئے، وہ یہ کہ نماز اور ذکر اللہ اور دعا و استغفار میں لگ جائیں۔ اکثر حضراتِ مفسرین نے اِس آیت کی یہی تفسیر کی ہے، بعض حضرات نے دوسری تفسیریں بھی لکھی ہیں؛ مگر اقرب وہی ہے جو اوپر لکھی گئی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت وتبلیغ اور خلقِ خدا کو راستہ دکھانا، ان کی اصلاح کی فکر یہ آپ کی سب سے بڑی عبادت تھی؛ مگر یہ عبادت بہ واسطۂ مخلوق ہے کہ ان کی اصلاح پر توجہ دیں اور اس کی تدبیر کریں، آیت کا مقصود یہ ہے کہ صرف اس عبادت بالواسطہ پر آپ قناعت نہ کریں؛ بلکہ جب اس سے فرصت ملے تو بلا واسطہ خلوت میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں، اسی سے ہر کام میں کامیابی کی دعا کریں کہ اصل مقصود جس کے لیے انسان پیدا کیا گیا ہے وہ ذکر اللہ اور عبادت بلا واسطہ ہی ہے، اور شاید اسی لیے پہلی قسم یعنی عبادت بالواسطہ سے فراغت کا ذکر فرمایا کہ وہ کام ایک ضرورت کے لیے ہے، اس سے فراغت ہوسکتی ہے اور دوسرا کام یعنی توجہ الی اللہ ایسی چیز ہے کہ اس سے فراغت مؤمن کو کبھی نہیں ہوسکتی؛ بلکہ اپنی ساری عمر اور توانائی کو اس میں صرف کرنا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ علما جو تعلیم وتبلیغ اور اصلاحِ خلق کا کام کرنے والے ہیں، ان کو اس سے غافل نہ ہونا چاہیے کہ ان کا کچھ وقت خلوت میں توجہ الی اللہ اور ذکر اللہ کے لیے بھی مخصوص ہونا چاہیے، جیسا کہ علمائے سلف کی سیرتیں اس پر شاہد ہیں، اس کے بغیر تعلیم وتبلیغ بھی مؤثر نہیں ہوتی، ان میں نور و برکت نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن ۸/ ۷۷۲، ۷۷۳)

جواب نمبر (۲): یہ کہنا خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے طرزِ عمل و

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نہج کے خلاف ہے، حضرت تبلیغی اجتماع سے واپسی کے بعد قلبی تکدر کو دھونے کے لیے رائے پور کی خانقاہ کا رخ فرماتے تھے، جیسا کہ ''آپ بیتی'' کے حوالے سے گذرا۔

جواب نمبر (۳): یہ واقعہ ہندوستان کی آزادی سے پہلے کا ہے جو تبلیغی جماعت کا ابتدائی دور تھا، اس کا دائرۂ عمل واثر صرف چند صوبوں میں محدود تھا، جماعت کے رہبر علما کی قلت تھی، اس کا اندازہ مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ کی اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے:

''اب تک جو جماعتیں تبلیغ کے لیے روانہ کی جاتی ہیں، ان میں اہلِ علم اور اہلِ نسبت کی کمی ہے، جس کا حضرت (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) کو قلق تھا، کاش! اہلِ علم اور اہلِ نسبت بھی ان جماعتوں میں شامل ہو کر کام کریں تو یہ کمی پوری ہو جائے۔ الحمد للہ مرکزِ تبلیغ میں اہلِ علم اور اہلِ نسبت موجود ہیں؛ مگر وہ چند گنتی کے آدمی ہیں، اگر وہ ہر جماعت کے ساتھ جایا کریں تو مرکز کا کام کون سر انجام دے گا''۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ، ص: ۴۶، ۴۷)

اس سے معلوم ہوا کہ وقتی ضرورت اور ہنگامی حالت کے پیش نظر شیخ الحدیثؒ نے مذکورۂ بالا ملفوظ فرمایا ہوگا۔

علمی اصطلاح میں کہا جا سکتا ہے کہ: یہ عامۃ الناس کو دینی ضرر سے بچانے کے لیے خاص آدمی کے ضرر کی پرواہ نہیں کی۔

جواب نمبر (۴): تزکیہ کا جو حصہ فرضِ عین ہے (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) حضرت مفتی زین العابدین صاحب اس کو حاصل کر چکے تھے، اس کا بڑا قرینہ یہ ہے کہ حضرت رائے پوریؒ کی خانقاہ میں اس قدر انوار و برکات ان کو نظر آئے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وہاں سے ہٹنے کو جی نہ چاہا، یہ حالت پیدا ہو جانا باطن کی صفائی کے بغیر مشکل ہے، لہٰذا جن کی یہ حالت نہ ہو ان کے حق میں اس واقعہ کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

جواب نمبر (۵): پھر یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ صاحبِ ملفوظ (مراد شیخ الحدیثؒ کی ذاتِ گرامی) کا اپنا ذاتی عمل اور عام معمولِ کار، تبلیغ اور نظامِ خانقاہ میں کیا رہا؟ حضرت شیخ الحدیثؒ کی حیاتِ مبارکہ اور ان کی ہدایات اہلِ خانقاہ اور اہلِ تبلیغ کے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی طرح موجود ہیں، کسی شخص کے ارشاد کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے خود اس کا ذاتی عمل دیکھنا اور اس کا مطالعہ کرنا انتہائی ضروری ہے، یہ طرزِ عمل انتہائی غلو آمیز ہوگا کہ ان کا ایک آدھ ملفوظ نقل کر کے کوئی رائے قائم کر لی جائے اور اسی پر اس کی شخصیت کو ناپا جائے۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ حضرت شیخ کی ساری زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف، دعوت و تبلیغ، اصلاح و ارشاد میں گذری، زندگی کے آخری دور میں ان کے دل و دماغ پر یہی فکر و غم مستولی ہو چکا تھا کہ، امت کے زوال اور زندگی اور دین کے ہر ہر شعبے میں انحطاط اور فساد کی جڑ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت، ذکر اللہ سے تنافر اور خانقاہوں کی ویرانی ہے، چناں چہ اپنے آخری دورِ حیات مستعار میں انہوں نے خانقاہی زندگی کو حیاتِ نو بخشنے کو اپنا مشن بنا کر کام کیا، اور جگہ جگہ اپنے احباب کے ذریعے بے شمار خانقاہیں قائم کروائیں اور ان کی سرپرستی فرمائی۔

کتاب "فضائلِ اعمال" فنِ تصوف کا جامع مرقع

جماعت کی نقل و حرکت میں ایسی کتابوں کی ضرورت پیش آئی جس میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ملت کے تمام طبقات مل جل کر صحیح دینی زندگی کی ایک ساخت پر ذہن بنا سکیں، اور آپس میں کسی اختلاف یا افتراق کا شائبہ تک نہ آ سکے، اس کے لیے حضرت شیخ نے ''فضائلِ اعمال'' نامی کتاب تصنیف فرمائی، عربی، انگریزی، اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے شائع ہوئے۔ حضرت شیخ نے ''فضائل اعمال'' میں جگہ جگہ اہل اللہ کی صحبت، نسبت اور خانقاہ کی اہمیت واضح کی، خانقاہ کے خلاف فقرے کسنے والوں پر تنقید کی، احادیث کی تشریح و تفہیم میں صوفیہ کے اقوال، احوال، قصے اس قدر ہیں کہ یہ کتاب فنِ تصوف کا جامع مرقع معلوم ہوتی ہے؛ مگر افسوس ہے کہ پچھلے چند سالوں سے اس کی تعلیم میں کمی کی جا رہی ہے۔ یہاں ان تمام مواضع کی گنجائش نہیں، بطور ''مشتے از خروارے'' چند نمونے ملاحظہ کیجیے:

(۱) حکایاتِ صحابہ میں حضرت ابوطلحہؓ کا نماز میں خیال آ جانے سے باغ وقف کرنا'' عنوان کے ذیل میں فائدہ: صوفیہ کی نسبت کی قسمیں.....ص ۶۷، حضرت ابو ہریرہؓ کا احادیث کو حفظ کرنا.....فائدہ: اصحابِ صفہ وہ لوگ کہلاتے ہیں، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گویا خانقاہ کے رہنے والے تھے.....الخ (ص:۱۱۰)

(۲) فضائلِ نماز، فصل اول جماعت کے فضائل میں: صوفیہ کے یہاں چلہ کی اہمیت۔ (ص:۴۶)

(۳) فضائلِ تبلیغ، فصل اول: مشائخ صوفیہ، معرفتِ اعمالِ باطنہ کے ذریعے اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ (ملخصاً) (ص:۲۹۰)

(۴) فضائلِ ذکر، فصل دوم: احادیثِ ذکر میں: ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے، جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں الخ (ص:۳۹۴)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صوفیہ ومشائخ کا اپنے مریدین کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے کا مستدل۔(ص:۳۹۴)

پاس انفاس کی مشق۔(ص:۴۰۴)

صوفیہ کا کشف، باب سوم، فصل اول (ص:۴۶۶)

(۵) فضائلِ قرآن مجید: سلوک الی اللہ یعنی مرتبۂ احسان کے حصول کے تین طریقے۔(ص:۵۲۷)

مذکورہ بالا حوالہ جات کو ''فضائلِ اعمال'' سے نکال کر ملاحظہ کر لیجئے۔

اس کتاب میں صوفیہ کے احوال واقوال اور واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احصاء مشکل ہے، جس شخص کی کتاب خانقاہ اور اہلِ خانقاہ کے قصوں اور تذکروں سے بھری ہو، کیا وہ ہر حال میں ہر شخص کو گوشہ نشینی چھوڑ کر جماعت کے لیے نکل پڑنے کا قائل اور داعی ہوسکتا ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی طبیعت میں اعتدال تھا، ان کو رجال شناسی کا ملکہ حاصل تھا، نہ وہ اس کے قائل تھے کہ دین کے دیگر شعبہ جات کو چھوڑ چھاڑ کر یا معطل کر کے جماعت میں نکل پڑو، نہ وہ اس کے داعی تھے کہ دعوت وتبلیغ سے اہلِ علم وخانقاہ کو وابستہ ہونے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ وہ دعوت وخانقاہ میں چولی دامن کا تعلق وربط کرنے کے متمنی اور کوشاں تھے، ان کے گرامی نامہ کا ایک اقتباس کہ: ''میری ایک پرانی تمنا ہے کہ خاص اصول کے ساتھ مشائخِ طریقت کے یہاں یہ جماعتیں آدابِ خانقاہ کی بجا آوری کرتے ہوئے خانقاہوں سے فیض اندوز ہوں....'' الخ (جو سطورِ بالا میں گذر چکا ہے) شاہد عدل ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور یہ اعتدال ان کو اپنے محبوب چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے وراثت میں ملا تھا۔ ثقہ راوی حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ ناقل ہیں:

''ایک بار (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے) فرمایا: حضرت مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے، بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقۂ تبلیغ میرا ہو، کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی''۔ (ملفوظات: ۵۸)

ملاحظہ کیجیے! جو چاہت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تھی وہی تمنا حضرت شیخ فرما رہے ہیں، مولانا محمد الیاس کے الفاظ بہ نظرِ غائر ملاحظہ کیجیے، خانقاہ وتبلیغ کو ملا کر حضرت تھانویؒ کی تعلیم عام کرنے کا جذبہ ہے، یہ نہیں فرمایا کہ: میری تبلیغ عام ہو جائے گی، یعنی اپنی جماعت کا بقا اور دوسروں کی فنا کے وہ قائل نہیں تھے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی قیمتی نصیحت

ایک موقع پر شیخ الاسلام والتفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''ایک بات یاد رکھیں کہ کسی حق پرست جماعت کا باطل پرستی کی طرف پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ، وہ یہ سمجھنے لگ جائے کہ ہمارے سوا دوسری کوئی دینی جماعت حق پر نہیں ہے، اور ہماری جماعت کی بقا دوسروں کی فنا ہی کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ دیکھنا! آپ کی جماعت میں کہیں یہ احساس وتأثر پیدا نہ ہو جائے، ہم تو ہر آن آپ حضرات کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے اس گلشنِ تبلیغ کو ہمیشہ ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے''۔ (شیخ الحدیث نمبر، بحوالہ حسنِ تدبیر، فروری ۲۰۱۲)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت شیخ کی طبیعت میں اعتدال کے نمونے ان ہی کے گرامی ناموں کی روشنی میں

حضرت شیخ کی طبیعت میں اعتدال کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے:

بالفرض اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لے آویں تو کونسا کام اختیار فرمائیں گے؟

(۱) مکتوب از طرف مولوی عبداللہ صاحب مظاہری

حضرت سیدی مولائی دامت انوارہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صحیفۂ قدسی نے مشرف فرمایا۔ حال ہی میں ایک خیال پیدا ہوا ہے کہ اگر بالفرض آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت دنیا میں موجود ہوتے یا (اب) تشریف لے آئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کا کونسا کام اختیار فرمائیں گے؟ تبلیغ کریں (گے) یا درس وتدریس شروع فرمائیں (گے)، یا تصنیف وتالیف کا کام لے کر بیٹھ جائیں گے یا خانقاہ قائم فرمائیں گے؟ خادم کو تو یقینِ کامل ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرف سے یکسو ہو کر اپنے اسی شکستہ محل کی مرمت کی طرف متوجہ ہوجائیں گے، متوجہ ہی نہیں، اپنی عزیز جان کو قربان فرمادیں گے؛ کیوں کہ اس قصر کی تعمیر جن قربانیوں سے ہوئی ہے وہ کسی دردمند انسان سے مخفی نہیں، جب کہ اغیار کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر بے چینی وکرب لاحق تھا تو اپنوں کی وجہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے کیا کچھ ہوگا، اس کا صحیح اندازہ ذرا مشکل ہے۔ میرے آقا! اس وقت آقائے دو جہاں کے دین کے واسطے سب ہی کچھ قربان کرنے کی ضرورت ہے، اور بغیر اپنے آپ کو مٹائے ہوئے دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احیاء غیر ممکن ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنی اس بدحال امت کے نامۂ اعمال پیش ہوتے ہوں گے تو قلبِ اطہر پر کیا اثر ہوتا ہوگا، جب کبھی یہ تصور آجاتا ہے تو کیا عرض کیا جائے کہ قلب پر کیا گذرتی ہے!۔ بس آقا! اپنے اس سیاہ کار خادم کو اسی راہ میں قربان کرادیجیے۔ فقط

جواب از: حضرت اقدس (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب) قدس سرہ

اس قسم کے فضول خیالات میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں، درس وتدریس یا خانقاہ وغیرہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے کام کی تکمیل ہے۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ اگر درس وتدریس بند کر کے سب اس کام میں لگ جائیں تو علم باقی رہ جائے گا؟ جس چیز پر خود اللہ جل شانہ نے "فلولا نفر" الایۃ سے تنبیہ فرمائی ہو اس کو سرسری نہ سمجھنا چاہیئے۔ جس طرح یہ اہم کام ہے اسی طرح خانقاہ وغیرہ بھی اہم ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا شکر ادا کیجیئے کہ اس نے ایک اہم دینی کام میں لگا رکھا ہے، اور اس کا شکریہ ہے کہ اہتمام سے کام میں لگے رہے۔ دوسرے دینی کاموں کی بے وقعتی شیطان کا حملہ ہے، اس سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی کئی دن اعتکاف نہیں کیا کرتے تھے، یہی خانقاہ کی زندگی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جامع ذات سب کاموں کو بیک وقت کرسکتی تھی۔ اگر دوسرے ضعفاء سب کو جمع نہ کرسکیں تو اس میں نقص نہیں۔ اس قسم کے خیالات تکبر کا پیش

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

خیمہ ہوتے ہیں۔فقط (تربیت السالکین،ص:۴۱۷،۴۱۸) محمد زکریا

۱۲؍محرم ۶۹ھ

تبلیغ وذکر میں کون مقدم ہے؟

(۲) اپنے ایک متعلق مولانا محمد احمد بٹلہ مقیم رائے ونڈ (پاکستان) کے نام اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

میں خود بھی تبلیغ والوں کو ذکر کی طرف (یعنی خانقاہ والوں کی طرف) اور خانقاہ والوں کو تبلیغ کی طرف زور سے متوجہ کیا کرتا ہوں، اور جب مجھ سے کوئی پوچھا کرتا ہے کہ: تبلیغ اور ذکر میں کونسی چیز مقدم ہے؟ تو میں جواب دیا کرتا ہوں کہ: کھانے اور پینے میں کونسی چیز اہم ہے؟ میں تبلیغ والوں کو ذکر کی اہمیت اور خانقاہ والوں کو تبلیغ کی اہمیت بتا تا ہوں، جس کو دونوں فریق کے بے وقوف اپنی چیز کی توہین سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ جس چیز میں وہ مشغول ہے وہ تو کرہی رہے ہیں، جس میں کمی ہے اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں ....۔میرا یہ خط عزیزم مولوی احسان و دیگر کو بھی دکھا دینا، اوران سے یہ بھی کہہ دینا کہ: دونوں چیزوں پر خاص نگرانی رکھیں، ایک کو دوسرے کی وجہ سے چھوڑیں نہیں، اور یہی تاکید دوستوں کو کرتے رہیں۔(ایضاً ص:۴۶۳، ۴۶۴)

مرکزِ تبلیغ کی آمدورفت رکھا کریں

(۳) اپنے ایک متعلق جناب عبدالباری صاحب مدراسی کو تحریر فرمایا:

دین کا فکر بھی دین ہی ہے، ضرورت اس کی ضرور ہے جس کو پہلے بھی لکھا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جا چکا کہ: وقتاً فوقتاً گنجائش نکال کر نظام الدین (مرکزِ تبلیغی جماعت) کی آمد ورفت رکھا کریں۔ (ایضاً ص:۷۵۰)

ذاکر کو حقیر نہ جانیو

(۴) ایک دن حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مدنی۔ جو مستقل مبلغ تھے، پہلے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ سے بیعت تھے، پھر حضرت شیخ سے تجدیدِ بیعت کی۔ کو اور ایک خاص تعلق دار کو بہت اہتمام سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ: ''غور سے سنو! اگر کوئی شخص تبلیغ میں نہ لگتا ہو اور ذکر شغل کرتا ہو اسے حقیر نہ جانیو''۔ (ایضاً ص:۷۵۱)

تبلیغی مرکز کو خانقاہ بنادیا

(۵) کانپور میں تبلیغی جماعت کے امیر اور دیگر احباب نے یہ تجویز کیا کہ، تبلیغی جماعت میں ذکر کا اہتمام ہو، اس کے لیے ۲۶/آدمیوں نے اپنے نام پیش کیے، جن میں بعض حضرت اقدس رائے پوریؒ سے، بعض حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ سے، بعض حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے بیعت تھے۔ ان کی تین جماعتیں بنادی گئیں اور ان کے ذکر کے اوقات مغرب بعد، عشاء بعد تجویز کر دیے گئے، اور تجویز کیا گیا کہ ساتویں روز تبلیغی اجتماع کے دن اخیر شب میں سب یکجائی ذکر کریں، ان سب کی نگرانی کی درخواست حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ سے کی گئی، حضرت مفتی صاحب نے پوری تفصیل لکھ کر حضرت شیخؒ سے استفسار فرمایا۔ حضرت شیخؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

’’دل تو بہت چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ کسی طرح جاری ہو جائے، اللہ تعالیٰ شانہ مدد فرمائے، اور خدا کرے کہ آپ ہی کے ذریعہ سے یہ سلسلہ چلے‘‘۔

(ایضاً ص:۱۵۶، ۱۵۷)

دیکھ لیا! تبلیغی مرکز کو خانقاہ کا روپ دیا جارہا ہے۔

ایک اعلان: تبلیغ میں وقت لگانا

ایک موقع پر ایک اجلاس میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ اعلان کرایا کہ:

’’بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ اور تصوف دو الگ الگ چیزیں ہیں، میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ: یہ علی العموم صحیح نہیں، کیوں کہ میرا تعلق بذاتِ خود تبلیغ سے بھی ہے، اور بزرگی اور تصوف سے بھی؛ بعض مشائخ اپنے مریدوں کو تبلیغ میں لگنے سے منع کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ: یہ توحیدِ مطلب کے خلاف ہے، یہ ان کا منع کرنا قاعدۂ کلیہ اور اصولِ کلیہ نہیں ہے؛ بلکہ مشائخ اور بزرگوں کا اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے، یہ ان کا منع کرنا ایسا ہی ہے جیسے ڈاکٹر یا حکیم کسی کو شکر کے استعمال سے روک دے، چناں چہ ذیابطس میں روک دیتا ہے، بعض بیماروں کو نمک سے روک دیا جاتا ہے، بعض کو پانی سے روک دیا جاتا ہے، تو اس کو یہ سمجھ لینا کہ یہ ممانعت ہر شخص کے لیے ہے بالکل غلط ہے، یا یہ کہ میرے چچا جان کو حکیم مسعود احمد نے پانی کو روک دیا تھا، متواتر سات سال تک پانی نہیں پیا، تو اس کو قاعدۂ کلیہ سمجھ لینا یہ سب غلط ہوگا۔ میں چوں کہ حضرت قدس سرہ کا بھی آدمی ہوں اور حضرت رائے پوری سے بھی مجھے اجازت ہے؛ اس لیے بڑے زور سے کہوں گا کہ جہاں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تک ہو سکے تبلیغ میں وقت لگانا''۔ (آپ بیتی ۲/۱۲۶۶)

الحاصل! حضرت شیخ الحدیثؒ کے ملفوظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ، وہ انفرادی زندگی بنانے کے بالمقابل اجتماعی زندگی تعمیر کرنے کے قائل تھے، ان کی ذات کے ساتھ انصاف نہیں، یہ ان کے مزاج ومشن کے بھی خلاف ہے۔

تزکیۂ نفس اور تبلیغ کی شرعی حیثیت

تزکیۂ نفس (تصوف) اور مروجہ دعوت وتبلیغ دونوں میں اہم کون ہے؟ کس کو کیا جائے، کس کو چھوڑا جائے؟ ترجیحی پہلو سمجھنے کے لیے دونوں کی شرعی حیثیت جاننا ضروری ہے، لہٰذا اصل جواب سے پہلے شرعی حیثیت پر کلام کیا جاتا ہے۔

عام تبلیغ واجب نہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک اعتراض مولویوں (اور اہلِ علم) پر یہ کیا جاتا ہے کہ: یہ لوگ مخدوم بنے ہوئے گھروں اور مدرسوں، اور مسجدوں میں بیٹھے رہتے ہیں، اور قوم کی تباہی پر ان کو رحم نہیں آتا، اور گھروں سے نکل کر گمراہوں کی دستگیری (اور ان کی ہدایت کی فکر) نہیں کرتے، لوگ بگڑتے چلے جاتے ہیں، کوئی اسلام کو چھوڑ رہا ہے، کوئی احکام سے بالکل بے خبر ہے؛ لیکن ان کو کچھ پرواہ نہیں، حتی کہ بعض لوگ تو بلانے سے بھی نہیں آتے اور آرام میں خلل نہیں ڈالتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت کسی درجہ میں ان لوگوں کے حق میں صحیح ہوسکتا تھا کہ، تبلیغِ اسلام واحکام اب بھی فرض ہوتی؛ تب بے شک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ضروری تھا کہ گھر گھر، شہر شہر سفر کر کے جاتے یا کسی کو بھیجتے، اور لوگوں کو احکام سناتے؛ لیکن اب تو اسلام و احکام شرقاً وغرباً (دنیا کے کونے کونے میں) مشہور ہو چکے ہیں، کوئی شخص ایسا نہیں جس کے کانوں میں اصولاً وفروعاً اسلام نہ پہنچ چکا ہو، اور جو لوگ کسی قدر لکھے پڑھے ہیں ان کو تو بذریعۂ رسائل مختلف مذاہب تک کا بھی علم ہے، (اور آج کل تو انٹرنیٹ کے ذریعے سارے عالم میں اسلامی عقائد واحکام شائع ہو چکے ہیں)، اور اگر کسی مقام پر فرضاً کوئی احکام کا بتلانے والا نہ بھی پہنچا ہو، تاہم اس مقام کے لوگ (اگر کُل نہیں تو بعض سہی) دوسرے مقامات پر پہنچے ہیں اور احکام سنے ہیں (اور ان بعض سے دوسرے بعض کو پہنچے ہیں۔)

بہر حال جن مقامات کا ہم کو علم ہے، ان میں سے کوئی مقام ایسا نہیں جہاں اسلام واحکام نہ پہنچے ہوں، اور فقہاء نے ''کتاب السیر'' میں تصریح فرمادی ہے اور عقل میں بھی یہ بات آتی ہے کہ، جہاں اسلام واحکام پہنچ گئے ہوں وہاں تبلیغ واجب نہیں؛ البتہ مندوب ہے۔

پس جب تبلیغ واجب نہیں تو اس کے ترک پر ملامت کیسی؟ اور اگر ترکِ مستحب پر یہ الزام ہے، سو اول تو وہ محلِ الزام نہیں۔

دوسرے اس سے قطع نظر، اگر ان لوگوں کو کوئی ضروری شغل نہ ہو تو کچھ گنجائش بھی ہے؛ لیکن جو لوگ اسلام کی دوسری خدمت کر رہے ہیں وہ بھی جب ضروری کاموں میں لگ رہے ہیں تو پھر شبہ کی گنجائش کہاں ہے!۔

دوسرے جس طرح علما کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ان گمراہوں کے گھر پہنچ کر ہدایت واصلاح کریں، خود ان گمراہوں کو یہ رائے کیوں نہیں دی جاتی کہ فلاں جگہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

علما (ومشائخ) موجود ہیں، تم ان سے اپنی اصلاح کرلو۔

تیسرے کیا اسلام کی یہ خدمت صرف علما ہی کے ذمہ ہے، دوسرے دنیا دار مالدار مسلمانوں کے ذمہ نہیں؟ یعنی ان کو بھی چاہیے اور سمجھیں کہ علما کو معاش سے فراغت نہیں، آپس میں کافی سرمایہ یعنی روپیہ جمع کرکے علما کی ایک جماعت کو خاص اسی کام کے لیے مقرر کریں، اور ان کی کافی مالی خدمت کرکے معاش سے ان کو مستغنی کریں، پھر وہ علما معاش سے بے فکر ہوکر اس خدمت کو انجام دیں، جس طرح مشنری کے لوگ بڑے بڑے مشاہرے پارہے ہیں اور جابجا لکچر دیتے اور رسائل تقسیم کرتے پھر رہے ہیں۔

اور ہمارے حضراتِ معترضین کو جو یہ اعتراضِ مذکور علما پر سوجھا ہے وہ انہیں مشنریوں کی مساعی کو دیکھ کر سوجھا ہے، اور یہ اس وقت کچھ عام عادت ہوگئی ہے کہ اصل حقیقت میں غور نہیں کرتے، بس دوسری قوموں کے رسم ورواج کو اپنا رہنما بنا کر ان کی موافقت ومخالفت کو معیار استحسان وعدمِ استحسان کا قرار دیا ہے۔ چوں کہ مشنری کے لوگ ایسا کر رہے ہیں اور علما کو ایسا کرتے کم دیکھا ہے، بس اعتراض کردیا؛ لیکن قطع نظر حقیقت بینی کے جس کے متعلق بندہ نے عرض کیا ہے، یہ بھی نہ دیکھا کہ اپنے علما پر ان کے علما کے برابر سعی نہ کرنے کا الزام دینے سے پہلے ہم یہ بھی تو دیکھ لیں کہ، آیا ہمارے دنیا داران کے دنیا داروں کے برابر بھی مالی اعانت کرتے ہیں یا نہیں؟ یہاں وہی مَثَل صادق آئی ہے: ”حفظت شيئاو غابت عنك أشياء“۔

البتہ اگر کوئی ایسا مقام (جنگل، جزیرہ) ثابت ہوجائے (جہاں اب تک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اسلام کی تبلیغ نہیں ہوسکی)، تو بے شک وہاں تبلیغِ اسلام کے وجوب کا انکار نہیں؛ لیکن یہ وجوب علما کے ساتھ خاص نہیں، سب اہلِ اسلام پر اپنی اپنی وسعت کے بقدر واجب ہوگا۔ (حقوق العلم ص:۴۹ تا ۵۲، مطبوعہ تھانہ بھون)

مذاہبِ اربعہ کی تصریح

مذاہبِ اربعہ کے فقہاء، مجتہدین، محدثین اور مفسرین نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنی مشہور کتاب ''اوجز المسالک شرح موطا مالک'' میں نقل فرماتے ہیں:

أما اليوم فقد انتشرت الدعوة فاستغنى بذلك عن الدعاء، قال أحمد: كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يدعو إلى الإسلام قبل أن يحارب حتى أظهر الله الدين وعلا الاسلام، و لا أعرف اليوم احداً يدعى، قد بلغت الدعوة كل أحد، فالروم قد بلغتهم الدعوة، و علموا مايرادمنهم، و انما كانت الدعوة في اول الاسلام، وإن دعافلا بأس.

قال الموفق: قوله فى اهل الكتاب و المجوس لا يدعون فهو على عمومه؛ لان الدعوة قد انتشرت و عمت فلم يبق منهم من لم تبلغه الدعوة الاّ نادر بعيد، واما قوله: يدعى عبدة الاوثان فليس بعام، فان من بلغته الدعوة منهم لايدعون، وان وجد منهم من لم تبلغه الدعوة دعى قبل القتال.

(۲) امام مالک کے شاگرد ابن حبیب مالکیؒ نقل فرماتے ہیں:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

روی ابن حبیب عن المدنیین من اصحاب مالك: انما الدعوة الیوم فی من لم یبلغه الاسلام ولا یعلم مایقاتل، واما من بلغه الاسلام و علم مایدعی الیه وحارب وحورب کالروم و الافرنجی ممن دانی أرضی الاسلام و عرفه فالدعوة فیهم ساقطة. (أوجز المسالك شرح الموطأ مالك، کتاب الجهاد، باب النهی عن قتل النساء والولدان فی الغزو ۸/۲۳۰)

(۳) امام نووی شافعیؒ شرحِ مسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

وفي هذه المسألة ثلاثة مذاهب حكاها المازري والقاضي: احداها يجب الإنذار مطلقا، قاله مالك وغيره وهذا ضعيف؛ والثاني: لا يجب مطلقا، وهذا أضعف منه أو باطل؛ والثالث: يجب إن لم تبلغهم الدعوة ولا يجب إن بلغتهم لكن يستحب، وهذا هو الصحيح، وبه قال نافع مولى ابن عمر، والحسن البصري، والثوري، والليث، والشافعي، وأبو ثور، وابن المنذر، والجمهور. قال ابن المنذر: وهو قول أكثر أهل العلم، وقد تظاهرت الأحاديث الصحيحة على معناه، فمنها هذا الحديث، وحديث قتل كعب بن الأشرف، وحديث قتل ابن أبي الحقيق. (شرح مسلم للنووی، کتاب الجهاد و السیر، باب جواز الاغارة علی الکفار الذین بلغتهم دعوة الاسلام، ۲/۸۱)

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں:

وذهب الأكثر إلى أن ذلك كان في بدء الأمر قبل انتشار دعوة الإسلام، فإن وجد من لم تبلغه الدعوة لم يقاتل حتى يدعى، نص عليه الشافعي. (فتح الباری شرح البخاری، کتاب الجهاد، باب دعوة الیهود والنصاری، ۶/۱۰۸)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(۴) علامہ ابن ہمام حنفیؒ فتح القدیر شرحِ ہدایہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وفي المحيط: بلوغ الدعوة حقيقة أو حكما بأن استفاض شرقا وغربا أنهم إلى ماذا يدعون وعلى ماذا يقاتلون؟ فأقيم ظهورها مقامها. انتهى. ولا شك أن في بلاد الله تعالى من لا شعور له بهذا الأمر فيجب أن المدار عليه ظن أن هؤلاء لم تبلغهم الدعوة، فإذا كانت بلغتهم لا تجب ولكن يستحب.... وقيد هذا الاستحباب بأن لا يتضمن ضررا، بأن يعلم بأنهم بالدعوة يستعدون أو يحتالون أو يتحصنون، وغلبة الظن في ذلك بما يظهر من أحوالهم كالعلم بل هو المراد، وإذا فحقيقته يتعذر الوقوف عليها. (فتح القدير شرح الهداية، كتاب السير، باب كيفية القتال ۵/۴۲۴)

التفسیر المنیر میں ہے:

ان الدعوة الى الاسلام و نشرها فى اٰفاق العالم و الامر بالمعروف و النهى عن المنكر من فروض الاسلام الكفائية. (التفسير المنير ۴/۴۱۰)

احکام القرآن للجصاص میں ہے:

قال الله تعالىٰ: (ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر)، قال أبو بكر: قد حوت هذه الاٰية معنيين: أحدهما وجوب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، والاٰخر: أنه فرض على الكفاية ليس بفرض على كل أحد في نفسه إذا قام به غيره؛ لقوله تعالىٰ: ولتكن منكم أمة، وحقيقته تقتضي البعض دون البعض، فدل على أنه فرض على الكفاية إذا قام به بعضهم سقط عن الباقين، ومن الناس من يقول: هو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فرض على كل أحد في نفسه.... والذي يدل على صحة هذا القول أنه إذا قام به بعضهم سقط عن الباقين كالجهاد وغسل الموتى وتكفينهم والصلاة عليهم ودفنهم، ولولا أنه فرض على الكفاية لما سقط عن الآخرين بقيام بعضهم به. (احکام القرآن للجصاص ۲/ ۲۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور)

فتاویٰ

ہمارے علمانے بھی نصوص کی روشنی میں عمومی دعوت وتبلیغ کو فرضِ کفایہ لکھا ہے۔ فتاویٰ سے چند حوالے نقل کیے جاتے ہیں:

''فتاویٰ محمودیہ'' میں مذکور ہے:

(سوال) کیا تبلیغِ دین اس زمانہ میں واجب ہے یا کچھ اَور؟

(جواب) تبلیغِ دین ہر زمانہ میں فرض ہے، اس زمانے میں بھی فرض ہے؛ لیکن فرض علی الکفایہ ہے، جہاں جتنی ضرورت ہو اسی قدر اس کی اہمیت ہوگی، اور جس میں جیسی اہلیت ہو اس کے حق میں اسی قدر ذمہ داری ہوگی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صراحت قرآنِ کریم میں ہے، سب سے بڑا معروف ایمان ہے اور سب سے بڑا منکر کفر ہے، ہر مؤمن اپنی اپنی حیثیت کے موافق مکلف ہے کہ خدائے پاک کے نازل فرمائے ہوئے دین کو حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے موافق پہنچاتا رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴/ ۲۰۳، ۲۰۴، مطبوعہ کراچی)

''فتاویٰ حقانیہ'' میں مذکور ہے:

خلقِ خدا کو اوامر کی دعوت دینا اور نواہی سے منع کرنا شرعاً فرضِ کفایہ ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جو کہ بعض کے انجام دینے سے کل کا ذمے فارغ ہو جاتا ہے، فرضِ عین کی رائے رکھنا خطا پر محمول ہے؛ تاہم اپنے آپ کو رذائل سے پاک کرنا فرضِ عین ہے۔

(فتاویٰ حقانیہ ۲/ ۴۳۸)

''کفایت المفتی'' میں مذکور ہے:

(سوال) یہ تبلیغی تحریک فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

(جواب) فرضِ عین تو نہیں ہے، مگر فرضِ کفایہ میں شبہ نہیں۔

(کفایت المفتی ۶، کتاب العلم ۱۰ مطبوعہ نعمانی پریس دہلی)

مذکورہ بالا عبارات ونصوص سے معلوم ہوا کہ: تبلیغِ دین فرضِ کفایہ ہے، اور فرضِ کفایہ کا حکم یہ ہے کہ اگر بعض لوگ کرلیں تو باقی سے ساقط ہو جائے گا، اور اگر کوئی نہ کرے تو سب گنہگار رہوں گے۔

تزکیۂ نفس

تبلیغ کی شرعی حیثیت واضح کرنے کے بعد اب تزکیۂ نفس اور تصوف پر کلام کیا جاتا ہے:

تصوف کے کئی نام ہیں: علم القلب، علم الاخلاق، احسان سلوک اور طریقت؛ یہ سب ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں، قرآن وسنت میں اس کے لیے زیادہ تر ''احسان'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور ہمارے زمانہ میں لفظِ ''تصوف'' زیادہ مشہور ہوگیا۔ بہر حال حقیقت ان سب کی ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہمارے بہت سے افعال جس طرح ہمارے ظاہری اعضاء سے انجام پاتے ہیں، اسی طرح

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بہت سے اعمال ہمارا قلب انجام دیتا ہے، جن کو ''اعمالِ باطنہ'' کہا جاتا ہے، جس طرح ہمارے ظاہری افعال شریعت کی نظر میں کچھ اچھے اور فرض و واجب ہیں اور کچھ ناپسندیدہ اور حرام ومکروہ؛ اسی طرح باطنی اعمال قرآن وسنت کی نظر میں کچھ پسندیدہ اور فرض وواجب ہیں، جیسے: تقویٰ، اللہ کی محبت، اخلاص، توکل، صبر وشکر، تواضع، خشوع، قناعت، حلم، سخاوت، حیا، رحم دلی وغیرہ؛ ان باطنی پسندیدہ اخلاق کو ''فضائل'' اور ''اخلاقِ حمیدہ'' کہا جاتا ہے، اور کچھ باطنی اعمال برے اور حرام ہیں، جیسے: تکبر، عجب، غرور، ریا، حبِ مال، حبِ جاہ، بخل، بزدلی، لالچ، دشمنی، حسد، کینہ، سنگ دِلی اور بے محل یا حد سے زیادہ غصہ وغیرہ؛ ان کو ''رذائل'' یا ''اخلاقِ رذیلہ'' کہا جاتا ہے۔

''فضائل'' اور ''رذائل'' کی ایک طویل فہرست ہے، جس کی تفصیلات کتبِ تصوف میں موجود ہیں۔

جس طرح ظاہر کے کچھ اعمال فرضِ عین اور کچھ حرام ہیں، اسی طرح باطن کے اعمال میں بھی کچھ فرض ہیں اور کچھ حرام، اور ان باطنی فرائض پر عمل کرنا اور باطن کی حرام خصلتوں سے اجتناب کرنا ہی تصوف ہے؛ چناں چہ علمِ تصوف کی اصطلاحی تعریف جو امام غزالیؒ نے تفصیل سے بیان کی ہے اس کا جامع مانع خلاصہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے یہ لکھا ہے:

هو علم يعرف به أنواع الفضائل و كيفية اكتسابها وأنواع الرذائل و كيفية اجتنابها. (مقدمة رد المحتار ۱۲۷/۱)

تصوف وہ علم ہے جس سے اخلاقِ حمیدہ کی قسمیں اور ان کو حاصل کرنے کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

طریقہ اور اخلاقِ رذیلہ کی قسمیں اور ان سے بچنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

دل کی پاکی، روح کی صفائی اور نفس کی طہارت ہر مذہب کی جان اور نبوتوں کا مقصد رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے جو تین مقاصد قرآنِ حکیم میں بتائے گئے ان میں دوسرا یہ ہے کہ "وَيُزَكِّيهِمْ" (البقرة:۱۲۹، آل عمران:۱۶۴، الجمعة:۲) ترجمہ: "آپ مسلمانوں (کے اخلاق واعمال) کا تزکیہ فرماتے ہیں"۔

قرآن نے ہر انسان کی کامیابی و نامرادی کا مدار بھی اسی تزکیۂ نفس پر رکھا ہے: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا" (الشمس:۹، ۱۰) ترجمہ: فلاح اسے ملے گی جو اس نفس کو پاکیزہ بنائے، اور نامراد وہ ہوگا جو اس کو (گناہ میں) دھنسائے۔

اور بتایا کہ گناہ ظاہری اعضا ہی سے نہیں ہوتے؛ بلکہ باطن کے بھی گناہ ہیں، دونوں سے بچنا فرضِ عین ہے اور ہر گناہ موجبِ عذاب ہے؛ خواہ ظاہر کا ہو یا باطن کا۔ ارشادِ ربانی ہے: "وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ" (الانعام:۱۲۰) ترجمہ: اور تم ظاہری و باطنی دونوں قسم کے گناہ چھوڑ دو، یہ یقینی بات ہے کہ جو لوگ گناہ کماتے ہیں، انہیں ان تمام جرائم کی جلد ہی سزا ملے گی جن کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔

سورۂ بقرہ کی آیتِ کریمہ اور سورۂ آل عمران اور سورۂ جمعہ کی آیات میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایک ہی مضمون ایک ہی طرح کے الفاظ میں آیا ہے۔ چناں چہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ". (البقرة:۱۲۸) ترجمہ: ہمارے پروردگار! اِن میں ایک ایسا رسول بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بھیجنا جو اِن ہی میں سے ہو جو اِن کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنائے، بیشک تیری اور صرف تیری ذات وہ ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہدۂ نبوت و رسالت کے فرائضِ منصبی تین بیان کیے گئے ہیں: ایک تلاوتِ آیات، دوسرے تعلیمِ کتاب و حکمت، تیسرے لوگوں کا تزکیۂ اخلاق و غیرہ''۔

پھر مفتی صاحبؒ پہلے دونوں مقاصد کی تفصیل تحریر فرمانے کے بعد تیسرے مقصد کی تفصیل میں فرماتے ہیں:

''تیسرا فرض آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرائضِ منصبی میں تزکیہ ہے، جس کے معنیٰ ہیں: ظاہری و باطنی نجاسات سے پاک کرنا، ظاہری نجاسات سے تو عام مسلمان واقف ہیں، باطنی نجاسات کفر اور شرک، غیر اللہ پر اعتمادِ کلی اور اعتقادِ فاسد نیز تکبر و حسد، بغض، حبِ دنیا وغیرہ ہیں، اگرچہ علمی طور پر قرآن وسنت کی تعلیم میں ان سب چیزوں کا بیان آ گیا ہے؛ لیکن تزکیہ کو آپ کا جداگانہ فرض قرار دے کر اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا، کہ جس طرح محض الفاظ کے سمجھنے سے کوئی فن حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح نظری و علمی طور پر فن حاصل ہو جانے سے اس کا استعمال اور کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کسی مربی کے زیرِ نظر اس کی مشق کر کے عادت نہ ڈالے۔ سلوک و تصوف میں کسی شیخِ کامل کی تربیت کا یہی مقام ہے کہ قرآن وسنت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

میں جن احکام کو علمی طور پر بتلایا گیا ہے ان کی عملی طور پر عادت ڈالی جائے۔

ہدایت واصلاح کے دو سلسلے: کتاب اللہ اور رِجال اللہ

اب اس سلسلہ کی دو باتیں اَور قابلِ نظر ہیں: اول یہ کہ اللہ جل شانہ نے ابتدائے آفرینش سے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے ہمیشہ ہر زمانے میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک دو سلسلے جاری رکھے ہیں: ایک آسمانی کتابوں کا، دوسرے اس کی تعلیم دینے والے رسولوں کا؛ جس طرح محض کتاب نازل فرما دینے کو کافی نہیں سمجھا، اسی طرح محض رسولوں کے بھیجنے پر بھی اکتفاء نہیں فرمایا؛ بلکہ دونوں سلسلے برابر جاری رکھے، اللہ جل شانہ کی اس عادت اور قرآنِ کریم کی شہادت نے قوموں کی صلاح وفلاح کے لیے ان دونوں سلسلوں کو یکساں طور پر جاری فرما کر ایک بڑے علم کا دروازہ کھول دیا کہ، انسان کی صحیح تعلیم وتربیت کے لیے نہ صرف کتاب کافی ہے، نہ کوئی مربی انسان؛ بلکہ ایک طرف آسمانی ہدایات اور الٰہی قانون کی ضرورت ہے جس کا نام کتاب یا قرآن ہے، دوسری طرف ایک معلم اور مربی انسان کی ضرورت ہے جو اپنی تعلیم وتربیت سے عام انسان کو آسمانی ہدایات سے روشناس کر کے ان کا خوگر بنائے؛ کیوں کہ انسان کا اصلی معلم انسان ہی ہوسکتا ہے، کتاب معلم یا مربی نہیں ہوسکتی، ہاں تعلیم وتربیت میں معین ومددگار ضرور ہے''۔ (معارف القرآن ۱/ ۳۳۵،۳۳۶)

خط کشیدہ الفاظ غور سے پڑھیں، جن حضرات کا یہ دعوی ہے کہ تزکیہ و تربیت کے لیے کسی شیخ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں، مروجہ تبلیغ کی نقل وحرکت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اصلاح کے لیے کافی ہے، ان کی واضح تر دید ہورہی ہے۔

تفصیل بالا سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ تصوف وتزکیہ کا کام بھی نبیوں والا کام ہے، اس کا انکار قرآن کی صریح نص کا انکار ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح ہر مرد وعورت پر اپنے اپنے حالات ومشاغل کی حد تک ان کے فقہی مسائل جاننا فرضِ عین ہے، اسی طرح جو اخلاقِ حمیدہ اس میں موجود نہیں، انہیں حاصل کرنا، اور جو رذائل اس کے نفس میں چھپے ہوئے ہیں ان سے بچنا، تصوف کے جتنے علم پر موقوف ہے اس کا علم حاصل کرنا، فرضِ عین ہے، اور پورے علمِ تصوف میں بصیرت ومہارت پیدا کرنا کہ دوسروں کی تربیت بھی کر سکے یہ فرضِ کفایہ ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ عنوان ''علمِ تصوف بھی فرضِ عین میں داخل ہے'' کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

''احکامِ ظاہرہ نماز، روزے کو تو سب ہی جانتے ہیں کہ فرضِ عین ہیں اور ان کا علم حاصل کرنا بھی فرضِ عین ہے، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے ''تفسیرِ مظہری'' میں اسی آیت (''وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ'' الاٰیۃ) کے تحت لکھا ہے کہ: اعمالِ باطنہ اور محرماتِ باطنہ کا علم جس کو عرف میں ''علمِ تصوف'' کہا جاتا ہے، چوں کہ یہ باطنی اعمال بھی ہر شخص پر فرضِ عین ہے تو ان کا علم بھی سب پر فرضِ عین ہے، آج کل جس کو علمِ تصوف کہا جاتا ہے وہ بھی بہت سے علوم ومعارف ومکاشفات وواردات کا مجموعہ بن گیا ہے، اس جگہ فرضِ عین سے مراد اس کا صرف وہ حصہ ہے جس میں اعمالِ باطنہ فرض وواجب کی تفصیل ہے، مثلاً عقائدِ صحیحہ جس کا تعلق باطن سے ہے، یا صبر، شکر، توکل، قناعت وغیرہ ایک خاص درجہ میں فرض

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہے، یا غرور وتکبر، حسد وبغض، بخل وحرصِ دنیا وغیرہ جواز روئے قرآن وسنت حرام ہیں، ان کی حقیقت اوراس کے حاصل کرنے یا حرام چیزوں سے بچنے کے طریقے معلوم کرنا بھی ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، علمِ تصوف کی اصل بنیاد اتنی ہی ہے جوفرضِ عین ہے۔ (معارف القرآن ۴/ ۴۸۹، ۴۹۰)

تحریر بالا میں ’’تفسیرِ مظہری‘‘ کا حوالہ دیا گیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

واما العلم اللدنی الذی یسمون اھلھا بالصوفیة الکرام فھو فرض عین؛ لان ثمراتھا تصفیة القلب عن اشتغال بغیر اللّٰہ تعالی و اتصافه بدوام الحضور، و تزکیة النفس عن رذائل الاخلاق من العجب و الکبر و الحسد و حب الدنیا و الکسل فی الطاعات و ایثار الشھوات و الریاء و السمعة و غیر ذلك، و تجلیتھا بکرام الاخلاق من التوبة و الرضا بالقضاء و الشکر علی النعماء و الصبر علی البلاء و غیر ذلك؛ و لا شك ان ھذہ الامور محرمات و فرائض علی کل بشر اشد تحریماً من معاصی الجوارح واھم افتراضاً من فرائضھا.

(تفسیر مظھری، التوبة، ۴/ ۴۳۲)

فقہ کی مشہور کتاب ’’شامی‘‘ میں ہے:

أن علم الإخلاص والعجب والحسد والریاء فرض عین، ومثلھا غیرھا من افات النفوس: کالکبر والشح والحقد والغش والغضب والعداوة والبغضاء والطمع والبخل والبطر والخیلاء والخیانة والمداھنة والاستکبار عن الحق والمکر والمخادعة والقسوة وطول الأمل ونحوھا مما ھو مبین في ربع المھلکات، من الإحیاء. قال فیه: ولا ینفك عنھا بشر، فیلزمه أن یتعلم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

منها ما يرى نفسه محتاجا إليه، وإزالتها فرض عين ولا يمكن إلا بمعرفة حدودها وأسبابها وعلاماتها وعلاجها، فإن من لا يعرف الشر يقع فيه.

(مقدمة ردالمحتار ۱/۱۲۷، مطبوعه: زکریا، دیوبند)

''فتاویٰ علمائے ہند'' کے حاشیہ میں لکھا ہے:

فرض کی دو قسمیں ہیں: فرضِ عین اور فرضِ کفایہ۔ ''فرضِ عین'' اس فرض کو کہا جاتا ہے جس کا ادا کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر ضروری ہے، بعض مسلمانوں کے کر لینے سے باقی مسلمان سبکدوش نہیں ہوتے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ، اور ''فرضِ کفایہ'' وہ فرض ہے جو بعض لوگوں کے بقدرِ ضرورت ادا کرنے سے باقی مسلمانوں کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے، جیسے مسلمان میت کے کفن دفن کا انتظام، نمازِ جنازہ اور جہاد وغیرہ۔ پورے فقہ اور پورے علمِ تصوف میں بصیرت ومہارت پیدا کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے، کہ اگر کسی بستی میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو جو وہاں کے مسلمانوں کو پیش آنے والے شرعی مسائل بتائے اور ان کے تزکیۂ اخلاق کا کام بقدرِ ضرورت کر سکے تو اس بستی کے باقی مسلمانوں کے ذمہ سے یہ فرض ساقط ہوجاتا ہے، اور اگر اس شہر میں ایک شخص بھی ایسا موجود نہ ہو تو وہاں کے لوگوں پر فرض ہے کہ ایسا عالم اپنے یہاں تیار کریں یا کہیں اور سے بلا کر رکھیں؛ ورنہ سب اہلِ شہر گنہگار رہوں گے۔ (تفسیرِ معارف القرآن ۴/۴۸۷ تا ۴۹۰ بحوالہ مقدمہ فتاویٰ علمائے ہند ۱/۸۱)

والفرض الكفاية، وهو: ان يتعلم الرجل كل باب من العلم حتى يبلغ درجة الفتوىٰ، فاذا قعد اهل بلد عن تعلمه عصوا جميعاً، و اذا قام من كل بلد واحد بتعلمه سقط عن الباقين، و عليهم تقليده فيما يقع لهم من الحوادث، و

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ھو افضل من کل عبادۃ نافلۃ. (تفسیر مظھری، التوبۃ ۴/۳۲۳)

عباراتِ بالا سے معلوم ہوا کہ تصوف کے جس حصہ کا حصول فرضِ کفایہ ہے، اس کے لیے بستی میں کسی شیخِ کامل (خانقاہ) کا موجود رہنا ضروری ہے، اگر وہاں اس کا انتظام نہیں تو اہلِ بستی پر فرض ہے کہ ایسا شیخ اپنے یہاں مہیا کریں یا باہر سے بلانے کا انتظام کریں؛ ورنہ پوری بستی کے لوگ گنہگار ہوں گے۔

مروجہ تبلیغ اور حصولِ تصوف کی شرعی حیثیت واضح ہونے کے بعد فیصلہ کرنا آسان ہے کہ تبلیغ کا کام مستحب ہے اور تزکیہ فرضِ عین ہے، مستحب کا حکم یہ ہے کہ کرے تو ثواب نہ کرے تو گناہ نہیں، جبکہ فرض کا تارک گنہگار اور قابلِ ملامت اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہے۔

صوفیائے کرام کے مجوَّزہ اکثر طریقے اور تعلیمات انتظامی تدبیریں ہیں، احکام نہیں

استفتاء میں اصلاحِ نفس کے معالجات، اور تصوف کے اصطلاحی الفاظ مثلاً فنا فی الشیخ، توجہ، قلب پر فیضانِ رحمت، قلتِ طعام، قلتِ منام، قلتِ تعلق مع الخلق، کشف، مراقبہ، اجتماعی ذکر وغیرہ مذکور ہیں۔ اس لیے ان امور کی حقیقت سمجھنے کے لیے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے حوالہ سے حضرت اقدس تھانویؒ کا قیمتی اصول ذکر کیا جاتا ہے؛ تاکہ اشکالات ختم ہو جائیں۔

حضراتِ صوفیائے کرام نے اصلاحِ نفس کے لیے کچھ معالجاتِ روحانی اور ریاضت ومجاہدات کے خاص خاص طریقے بتلائے ہیں جو قرآن وسنت اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صحابہ و تابعین کے عمل سے ثابت نہیں، اس سے بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ بدعت میں داخل ہیں، اور بعض لوگ اسی بناء پر اس طریق ہی کو غلط کہنے لگے، اور صوفیائے کرام سے بدگمان ہو گئے، اور بلا شبہ بہت سے جاہل متصوف لوگوں نے ایسا کیا بھی ہے کہ اکابر کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کیا اور شرک و بدعت میں مبتلا ہو گئے، ائمۂ تصوف اور اکابر سلف اس سے بری ہیں۔ (حکیم الامت) حضرت قدس اللہ سرہ نے اس کی حقیقت ایک ملفوظ میں اس طرح واضح فرمائی کہ:

''صوفیائے کرام جو تدابیر سالکینِ طریق کے لیے تجویز کرتے ہیں (یہ) وہ احکام نہیں جن کے نصوص قرآن و حدیث سے بطورِ ثبوت تلاش کرنے کی ضرورت ہو؛ بلکہ ایک انتظام اور معالجہ ہے اصلاحِ نفس کا؛ اسی لیے وہ ہر شخص کے لیے اس کی طبیعت اور حالت کے مناسب جدا جدا ہوتا ہے، مثلاً کبر کا حرام ہونا اور اس کا ازالہ فرض ہونا، یہ تو احکام ہیں جو قرآن و سنت میں منصوص ہیں، اب ازالۂ کبر کے لیے مشائخِ طریق مختلف قسم کی تدبیریں ہر ایک کے حال کے مناسب تجویز فرماتے ہیں، کسی کو کہتے ہیں کہ: تم نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کیا کرو، کسی کو کہتے ہیں کہ اپنی نالائقی کا اعلان کیا کرو، یہ محض انتظامی تدبیریں اور معالجہ ہیں؛ اس کے لیے ضروری نہیں کہ کوئی نص کتاب و سنت میں وارد ہو، اگر کوئی نصِ شرعی بیان بھی کر دی جائے تو وہ محض تبرع ہے؛ خلاصہ یہ کہ احکامِ شرعیہ کے لیے تو اصولِ شرعیہ اور تعاملِ سلف سے ثبوت ضروری ہے۔ جو چیز قرآن و سنت اور تعاملِ صحابہ و تابعین سے ثابت نہ ہو احکام میں اُس کا اختیار کرنا بدعت کہلاتا ہے؛ لیکن احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے سے جو طبعی موانع انسان کو پیش آتے ہیں، ان موانع کے ازالہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے لیے جو تدبیریں کی جائیں وہ ایک معالجہ ہے، ان تدبیروں کا قرآن وسنت سے ثابت ہونا ضروری نہیں، جس طرح جسمانی معالجہ کا حال ہے، کہ مریض کے لیے جو کوئی حکیم یا ڈاکٹر کوئی دوا، پرہیز، غذاء وغیرہ مخصوص کر دیتا ہے، کوئی یہ پوچھے کہ یہ کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے کہ یہی دوا استعمال کی جائے؟ ظاہر ہے کہ یہ سوال بے جا اور ناواقفیت پر مبنی ہے، قرآن وسنت سے اس چیز کا حلال ہونا ثابت ہو، یہ تو ضروری ہے، آگے جتنی قیدیں، شرطیں کوئی ڈاکٹر، حکیم لگاتا ہے اس کی پابندی کسی آیت وحدیث سے ثابت ہونا ضروری نہیں، اس کا مدار تجربہ پر ہے۔

ہاں! ایک بات یاد رکھنے کی ہے، اگر کوئی شخص حکیم، ڈاکٹر کی بتائی ہوئی تدبیر اور اس کی لگائی ہوئی قید وشرط کو عبادت سمجھ کر کرے تو یہی بدعت ہو جائے گی۔ معالجۂ نفس کا ضروری ہونا تو قرآن وسنت اور تعاملِ صحابہ وتابعین سے ثابت ہے وہ عبادت اور ثواب ہے؛ لیکن اس کی کسی خاص صورت کو عبادت وثواب کا مدار قرار دینا کہ جو نہ کرے اس کو برا سمجھے، یہ اس کو بدعت کی حد میں داخل کر دیتا ہے، خوب سمجھ لیا جائے۔ (مجالسِ حکیم الامت ص/ ١٩٢ تا ١٩٤)

نوٹ: یہ یاد رہے کہ مروجہ تبلیغ کی شرعی حیثیت کے بارے میں سطورِ بالا میں جو کچھ لکھا گیا اس سے ہرگز ہرگز یہ مقصد نہیں کہ تبلیغ کا کام چھوڑ دیا جائے، یہاں دو چیزیں ہیں: ایک شرعی حیثیت، دوسری چیز شرعی منشاء۔ شریعت کا منشاء یہ ہے کہ شرعی حدود میں رہ کر دین کی نشر واشاعت کی ہر ممکن کوشش کی جائے، یہ تبلیغ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنتِ متوارثہ ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنت ہے، اسی کے خاطر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور حضراتِ صحابہؓ نے اپنا محبوب وطن چھوڑا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

طائف کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کیں، تاریخ کی کتابیں ان واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔

عقیدۂ توحید اور توحیدِ مطلب کی تشریح

سوال (۱): دعوت وتبلیغ کا؛ بلکہ قرآن واحادیث کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ماضی میں جو کچھ ہوا، اور حال میں جو کچھ ہو رہا ہے، اور مستقبل میں جو کچھ ہوگا وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کرشمہ ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا مالک اور مختار ہے، اس سلسلہ میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے، تو پھر یہ کیا وجہ ہے کہ اہلِ تصوف ہمیشہ یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ: مجھے جو کچھ ملا اور جو کچھ فیض وبرکات وغیرہ ملا وہ شیخ اور مرشد کی صحبت ہی میں ملا ہے، اور جو کچھ فیوضات وغیرہ آئندہ ملیں گے وہ بھی صرف شیخ کی صحبت اور معیت ہی میں مل سکتے ہیں، کیا ایسے دعووں اور نعروں سے عقیدۂ توحید پر زد نہیں پڑتی؟

جواب (۱): آپ نے ''عقیدۂ توحید'' اور ''توحید مطلب'' میں خلط ملط کر دیا ہے۔ عقیدۂ توحید کے معنیٰ ہیں: خدا تعالیٰ کو ذات وصفات میں واحد و کامل ویکتا وبے نظیر سمجھنا۔ (امداد الاحکام ۱/ ۱۳۴)

''توحید مطلب'' یہ تصوف کی اصطلاح ہے، اس کی تعریف امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ان الفاظ میں کی ہے:

''توحید مطلب اس کو کہتے ہیں کہ: اپنے شیخ کے متعلق اس کا یقین رکھے کہ دنیا میں اس کے علاوہ مجھ کو مطلوب تک کوئی نہیں پہنچا سکتا، اور گو اس زمانے میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دوسرے مشائخ بھی ہوں اور ان ہی اوصافِ کاملہ سے متصف بھی ہوں؛ مگر میرا منزلِ مقصود پر پہنچنا اسی ایک کی بدولت ہوگا۔ سوتوحید مطلب، سلوک کا بڑا رکن ہے، اور جس کو یہ حاصل نہ ہوگا وہ پراگندہ و پریشان اور ہرجائی بنا پھرے گا، اور کسی جنگل میں بھٹکتا ہوا کیوں نہ ہلاک ہوجائے، حق تعالیٰ کو بھی اس کی مطلق پرواہ نہ ہوگی۔ پس مشائخِ زمانہ میں ہر شخص کے متعلق یہ سمجھنا کہ یہ بھی میری پیاس بجھا کر مطلب تک پہنچا سکتا ہے؛ سلوک کے لیے مضر ہے، بلکہ جس طرح حق ایک اور قبلہ ایک ہے، اسی طرح راہبر شیخ بھی ایک ہی کو سمجھے؛ ورنہ بربادی کے سوائے کچھ حاصل نہ ہوگا، اور اسی پراگندگی میں بہتیرے تباہ ہوگئے ہیں، سو اگر اس کا وسوسہ بھی آیا کہ عالم میں اس شیخ کے علاوہ کوئی دوسرا بھی مجھ کو مطلب تک پہنچا سکتا ہے، تو ضرور شیطان اس پر قبضہ جمائے گا اور لغزش میں ڈال دے گا''۔ (امدادالسلوک ص: ۶۴، ۶۵)

''تذکرۃ الرشید'' میں حضرت گنگوہیؒ کا ملفوظ نقل کیا ہے، مولانا ولایت حسین صاحب فرماتے ہیں: میں نے ایک بار دریافت کیا کہ: مشہور ہے شیطان پیر کی صورت نہیں بنا سکتا، کیا یہ صحیح ہے؟ حضرت (گنگوہیؒ) نے ارشاد فرمایا: ہاں! اگر مرید کو ''توحید مطلب'' حاصل ہو، اور اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ مرید کا اعتقاد پیر کے ساتھ اس قدر راسخ ہو کہ دنیا کے اندر اس کے سوا کسی کو ذریعۂ ہدایت نہ سمجھتا ہو، او کما قال، یہ بھی فرمایا کہ: توحید مطلب کی تعریف ''رسالۂ مکیہ'' میں خوب کی گئی ہے۔ (تذکرۃ الرشید ۲ / ۲۴۸)

نیز ملاحظہ کیجئے عنوان ''وحدت مطلب کی تاکید''۔ (انفاسِ عیسیٰ ۲ / ۴۱۱)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

توحیدِ مطلب کی عمدہ مثال

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے ''توحید مطلب'' کو عمدہ مثال سے سمجھایا ہے:

ارشاد: ایک بچہ ہے ڈیڑھ سال کا، مجلس میں متعدد عورتیں ہیں، اس کی ماں بیٹھی ہوئی ہے، بہن بیٹھی ہوئی ہے، پھوپی بیٹھی ہوئی ہے، چچی بیٹھی ہوئی ہے، یہ کبھی اس کی گود میں جاتا ہے، کبھی اس کی گود میں آتا ہے؛ لیکن جب بھوک لگتی ہے، دودھ پینا چاہتا ہے تو ماں ہی کا پستان کھولتا ہے کسی اور کے پاس نہیں جاتا، بھوک پیاس اسی سے بجھاتا ہے، یا مثلاً مریض ہے وہ جانتا ہے کہ شہر میں فلاں فلاں ڈاکٹر ہیں اور سب قابل ہیں ماہرِ فن ہیں، مگر اس کو ایک سے عقیدت ہے تو علاج اسی سے کرائے گا، اگرچہ سمجھتا ہے کہ اس سے بھی قابل اور بہتر ڈاکٹر موجود ہیں اور ان کی قدر بھی کرتا ہے، ناقدری کسی کی نہیں کرتا۔ اسی طرح محبت اور تعلقات تو سب بزرگوں سے ہونے چاہئیں، لیکن اپنی اصلاح وتربیت اسی شیخ کے ذریعہ ہوگی جس کا ہاتھ پکڑا ہے، اگر اس کے خلاف کرے گا تو پریشان ہوگا اور مقصود حاصل نہیں ہو گا۔ چناں چہ ایک شخص نے اصلاح وتربیت کا تعلق تو ایک بزرگ سے قائم کیا؛ مگر معمولات دوسرے کے بتانے پر شروع کر دیے، بس وہ اتنا پریشان ہے کہ کوئی حد نہیں، وہ جلال آباد گیا حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ کے یہاں، وہ بہت ناخوش ہوئے اس بات پر، اور فرمایا کہ: تمہارا معاملہ بہت دشوار ہے، جب ایک بزرگ سے تعلق قائم کیا تو دوسرے کے پاس کیوں گئے۔ (ملفوظاتِ فقیہ الامت ۱۰ / ۵۳، ۵۴)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

''عقیدۂ توحید'' اور ''توحید مطلب'' کی مذکورہ بالا حقیقت سے معلوم ہوا کہ، مرید کا یہ کہنا کہ مجھے جو کچھ ملا وہ اپنے شیخ کا فیضان ہے، یہ درحقیقت ''توحید مطلب'' کا ثمرہ ہے، اس میں کوئی بات ''عقیدۂ توحید'' کے خلاف نہیں؛ اس لیے کہ مرید اپنے شیخ کو اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں شریک مان کر یہ بات نہیں کہتا ہے۔

امامِ ربانی حضرت گنگوہیؒ ''حقیقت توحید'' کے دلائل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''الغرض توحید کی عقلی و نقلی دلیلیں تو بیش از بیش ہیں؛ مگر ان میں چار یعنی (۱) پیدا کرنا (۲) پرورش کرنا (۳) مارنا اور (۴) جلانا؛ سب میں زیادہ ظاہر ہیں کہ اس کے سوا کسی میں بھی ان امور کی لیاقت نہیں ہے۔ چناں چہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُم. (الروم: ۴۰) ترجمہ: حق تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا، پھر تم کو موت دے گا اور پھر اس کے بعد تم کو زندہ کرے گا۔ پس یکتائی حق تعالیٰ کی صفتوں میں خاص الخاص صفت ہے، اور اسی وجہ سے تمام علماء اور صوفیاء اور جملہ مذاہب کے ائمہ اس پر متفق و یک زبان ہیں، اور اپنے عقیدۂ صحیحہ میں توحید کے متعلق کسی کی مشابہت یا معطل ہونے کا شائبہ بھی جائز نہیں سمجھتے، اور واقع میں توحید وہی ہے کہ جناب پاک عز اسمہ کو ایسا یگانہ جانے کہ توحید کی حالت میں غیر کو حتی کہ اپنے نفس کے علم کو بھی موجود نہ پائے۔

اور صوفیہ کے نزدیک توحید وہ ہے کہ توحید کی حالت میں توحید کو بھی ترک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کرے؛ کیوں کہ غیر کی طرف توجہ حتی کہ توحید کی طرف بھی (جو ذاتِ حق تعالیٰ کی غیر ہے) تشبیہ میں داخل ہے۔ واللہ اعلم'' (امداد السلوک ص ۱۶۷،۱۶۸)

خلاصہ یہ کہ توحید اور ذریعۂ توحید میں بڑا فرق ہے، شیخ، مرید کے لیے حصولِ توحید کا ذریعہ ہے، مرید کا یہ کہنا کہ: ''مجھے جو کچھ ملا اپنے شیخ سے ملا'' یہ ذریعۂ توحید کا بیان ہے، اہل اللہ کے اعمالِ توحید کے بیان وترجمان ہوتے ہیں۔

یہاں توحید کی مناسبت سے عارف باللہ حضرت مولانا وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ کا ایک ملفوظ نقل کیا جاتا ہے، فرمایا:

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ پہلے ایک شخص سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہ تھے، بعد میں حضرت میاں جی نور محمدؒ سے بیعت ہوئے۔ اپنے شیخ کے بارے میں فرماتے ہیں:

تم ہوا ے نور محمد! خاص محبوبِ خدا		ہند میں ہو نائبِ حضرت محمد مصطفی (ﷺ)

سبحان اللہ! دیکھئے ان حضرات نے توحید میں کیسی احتیاط کی، اس کا تو پوچھنا ہی کیا، جو اس کا ذریعہ تھا، ان حضرات نے اس کا بھی حق ادا کر دیا، اور اب یہ حال ہے نہ تو توحید ہی کو سمجھتے ہیں اور نہ اس کے ذریعے کو سمجھتے ہیں، پھر اس کا حق کیا ادا کریں گے؟ اولیاء اللہ نے اپنے پاس آنے جانے والوں کو توحید ہی تو سکھایا ہے، خود ان کا ایک ایک عمل توحید میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا کہ اس سے بادشاہ تک کو متاثر کر دیتے تھے۔ چناں چہ ایک بزرگ سے ایک شخص نے بادشاہِ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی، انہوں نے سفارش نامہ لکھ دیا، اس میں یہ لکھا کہ: ''ان اعطیته فالمعطی هو الله و انت المشکور، وان منعته فالمانع هو اللّٰه وانت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

المعذور" حاملِ رقعہ تمہارے پاس اپنی حاجت لے کر جارہا ہے، اگر تم نے اس کی مراد کو پورا کر دیا تو حقیقتاً تو حاجت روا خدا ہے اور ہم شکر گذار تمہارے بھی ہوں گے، اور اگر تم نے اس کو نہ دیا تو سمجھیں گے کہ مانعِ حقیقی تو خدا ہے، اسی کو منظور نہ تھا؛ اس لیے تم کو معذور سمجھیں گے۔ بادشاہ نے جب اس سفارش نامہ کو پڑھا تو اُچھل پڑا اور نہ معلوم پھر اس کو کتنا دیا ہوگا۔ (تالیفاتِ مصلح الامت ١/ ٣١٩،٣٢٠)

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے نقل کیا کہ: حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر ایک مجلس میں حضرت جنید بھی ہوں اور حضرت حاجی صاحبؒ بھی ہوں تو ہم حضرت جنید کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ (افاضات ١/ ١٧٢)

دیر وحرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو، اپنی نظر کو کیا کروں

(آپ بیتی ٢/ ١١٣٠)

شیخ کی تعلیمات پر عمل کرنے میں قطعی الدلالۃ کا شبہ اور اس کا ازالہ

سوال (٢): اہلِ تصوف کا نظریہ ہے کہ: معروفات پر عمل کرنے کے لیے اور منکرات سے بچنے کے لیے پورا انحصار شیخ اور مرشد ہی پر رکھا جائے، اور شیخ کی بتلائی ہوئی ترتیب اور اوراد وظائف سے حتی الامکان انحراف نہ کیا جائے، بصورتِ اول ودیگر وقتاً فوقتاً اپنے شیخ کو آگاہ کرتے رہا جائے، بعدہ شیخ جو رہبری فرماویں اس کو مضبوط تھامے رکھنا کیا، اتنا اونچا شیخ کا مقام ہوسکتا ہے؟ اور کیا اس سے قطعیُ الدلالۃ تک کا مقام متصور نہیں ہوتا؟ اور کیا اس سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شیخ بھی نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے؟ اور کیا کبھی شیخ کی مکمل یا بعض رہبری بجائے مفید ہونے کے مہلک ہونے کا امکان ہوسکتا ہے؟ اور کیا کسی ولی کی (جو کہ غیر معصوم ہیں) اتنی کامل اتباع درست ہوسکتی ہے؟

جواب (۲) راہِ سلوک میں انقیاد، اتباع اور اطلاع اصل ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ: مرید اپنے کو شیخِ کامل کے حوالہ کردے، اپنی رائے کو شیخ کی رائے میں فنا کردے اور وقتاً فوقتاً اپنے احوال کی اطلاع دیتا رہے۔

''امداد السلوک'' میں عنوان ''خلاصہ دستور العمل برائے سالکین'' کے ذیل میں لکھا ہے:

''مرید کو غفلت سے بیدار ہونے کے بعد لازم ہے کہ، اپنے آپ کو ایسے شیخ کے سپرد کرے جو صاحبِ معرفت ہو، امانت دار ہو، خیر خواہی و دیانت میں مشہور ہو اور طریقت کی باریکیوں سے آگاہ ہو، پس کسی امر میں بھی اس کی مخالفت نہ کرے؛ تاکہ وہ شیخ رجوع الی اللہ کی کیفیت سے اس کو واقف کرے اور اسلام کے احکامِ شرعیہ وسلوک اس کو سکھائے؛ کیونکہ شیخ وہی ہوتا ہے جو دین اور شریعت کو مریدوں کے دلوں میں راسخ اور مستحکم کردے''۔ (امدادالسلوک ص/۱۱۱، ۱۱۲)

ایک اَور جگہ عنوان ''شیخ پر مکمل اعتماد وانقیاد کی ضرورت'' کے ذیل میں لکھا ہے:

''نیز جاننا چاہیے کہ جس کے دل میں سلوک الی اللہ کے ارادہ کا تخم قائم ہو تو اس کو اس کی بہت حفاظت کرنی چاہیے؛ کیوں کہ یہ غیبی مہمان ہے (کہ ذرا بے توجہی میں خفا ہوکر چلا جائے گا اور پھر آنے کا نام نہ لے گا)، پس اس کو غنیمت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سمجھے اور اس کے مناسب غذائیں لا کر سامنے رکھے؛ تا کہ پوری خوشی کے ساتھ ہضم کرے، اور ایسی غذائیں درحقیقت سوائے شیخِ طریقت کے کہیں نہیں ملتیں؛ کیوں کہ ارادت کا تخم مرید کے دل میں اس بچہ کی مثل ہے جو عالمِ غیب سے پیدا ہو کر عالمِ شہادت یعنی دنیا میں آوے، پس اس کی غذا بجز عالمِ غیب کے اس دودھ کے جو اس کی ماں کے پستان سے نکلتا ہے، دوسری نہیں؛ بلکہ بازار کا دودھ بھی نہیں ہے، اسی طرح ارادت کا نور جو مرید کے دل میں بتوفیق الٰہی عالمِ غیب سے پیدا ہوا ہے، اس کی تربیت بھی بجز معرفت کے اس پانی کے جس کو فیاضِ باری عز اسمہ چشمۂ غیب سے اہلِ غیب کے دل پر پہنچائے، دوسری شئے نہیں ہوسکتی، اور اہلِ غیب وہ مشائخ ہیں جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت سے مشرف ہوئے، اور فیوض وواردات خداوندی کا ان پر فیضان ہوا، اور وہ اللہ والے ہوگیے۔

چناں چہ ''عوارف'' میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ روایت منقول ہے کہ: جو کچھ حق تعالیٰ نے میرے سینے میں ڈالا تھا، صدیقِ اکبرؓ کے سینہ میں ڈال چکا، پس جس شخص کو ارادت حاصل ہو تو اس کو اپنی رائے اور عقل پر قناعت نہ کرنی چاہیے؛ بلکہ ایسے عارف شیخ کی تلاش میں کھڑا ہو جانا چاہیے جو صفاتِ مذکورہ سے متصف ہو، خواہ شرق میں ملے یا غرب میں؛ کیوں کہ بغیر اس کے چارہ نہیں، اور اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر کے اپنے تصرفات سے خارج ہو جانا چاہیے، اور ہر چند کہ شیطان نفس کو موافق بنا کر یہ وسوسہ دل میں ڈالے کہ خدا جانے یہ شیخ کامل ہے یا نہیں؟ مگر چاہیے کہ ایسے شیخ کے متعلق۔ جس میں اوصافِ مذکورہ موجود ہوں۔ اس وسوسہ کو قلب میں بالکل جگہ نہ دے، اور قوتِ مردانہ سے بلند ہمت بن کر اس کو دفع

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کرے، اوراس حدیث کو یاد کرے کہ: سننا اور اطاعت کرنا اپنے اوپر لازم پکڑو، اگر چہ تمہارا حاکم حبشی غلام اور کم صورت ہی کیوں نہ ہو۔

پس بہر حال! اپنے آپ کو اپنے تصرف میں نہ چھوڑے؛ بلکہ اس شیخ کا تابع بن جائے؛ کیوں کہ صوفیہ نے کمالِ ارادت اور شیخ کی عدمِ مخالفت کے سبب یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ، فرماتے ہیں: مرید کو بلی کے تصرف میں ہونا بھی اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ وہ اپنے تصرف میں رہے"۔ (امدادالسلوک ص/ ۱۴۳، ۱۴۴)

تعجب ہوتا ہے! کہ شیخِ کامل کے اتباع کو بے جوڑ مقدمات سے ملا کر آپ نے غلط نتیجہ نکالا، کہ قطعی الدلالۃ کا تصور ہوتا ہے، شیخ نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے وغیرہ۔

جسمانی معالج اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے کا اتباع کرنے ہی میں مریض اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں، طبیب جن امور کے کرنے کی تاکید کرتا ہے ان کو انجام دیا جاتا ہے، بد پرہیزی سے اجتناب کیا جاتا ہے؛ حالاں کہ طبیب مطیع شریعت بھی نہیں، وہاں کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ اس انقیاد سے قطعی الدلالۃ کا تصور ہوتا ہے تو پھر ان روحانی اطباء (مشائخِ سلوک) کے بارے میں اس قسم کے اعتراضات بے جا ہیں۔

انفاسِ عیسیٰ میں ہے:

"ارشاد: مرید کو شیخ کی رائے سے مخالفت کا حق نہیں ہے، اگر چہ دوسری شق بھی مباح ہو؛ کیوں کہ مرید کا تعلق شیخ سے استاد شاگرد جیسا نہیں؛ بلکہ اس طریق میں مرید و شیخ کا معاملہ ایسا ہے جیسے مریض اور طبیب کا معاملہ ہے، کہ مریض کو طبیب کے فتویٰ کی مخالفت جائز نہیں جب تک شریعت کے خلاف شیخ کا قول نہ ہو"۔ (انفاسِ عیسیٰ ۱/ ۲۹)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دیگر یہ ہے کہ شیخِ طریقت کا متبعِ شریعت ہونا ضروری ہے، تو وہ جو کچھ کہے گا شریعت کی روشنی میں کہے گا، خلافِ شرع امور کی ہرگز تعلیم و تلقین نہ کرے گا، تو ایسے شیخ کا اتباع درحقیقت قرآن و حدیث کا اتباع ہے، خلاصہ یہ کہ یہ اعتراض بھی ذرائع و مقاصد میں خلط ملط کرنے سے پیدا ہوا ہے، آپ نے ذرائع کو مقاصد کا درجہ دے کر بے جوڑ مقدمات سے غلط نتیجہ نکالا ہے۔ فافہم و تدبر

فنا فی الشیخ، غلو فی الدین نہیں

سوال (۳): فنا فی الشیخ یعنی اپنی خود کی ذات کو بالکل ہیچ اور نیست سمجھنا اور شیخ کی ہستی ہی کو سب کچھ گردان کر اپنی ذات کو ان کے سامنے مٹا دینا، کیا یہ صریح غلو فی الدین نہیں تو اَور کیا ہے؟ لقوله تعالیٰ: ''لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُم'' الاٰية. ممنوع اور ناجائز نہیں ہے؟

جواب (۳): آپ نے ''فنا فی الشیخ'' کو غلو فی الدین سمجھ رکھا ہے، اور اس پر طرہ یہ کہ آیتِ کریمہ ''لا تغلو فی دینکم'' (الاٰية) سے استدلال بھی کر دیا، آپ کے چودہ سوالات میں سے اس تیسرے سوال کا جواب اگر آپ کی سمجھ میں آ گیا اور آپ نے تسلیم بھی کر لیا، تو امید ہے کہ آپ کے استفتاء میں جو غلو نمایاں ہو رہا ہے؛ وہ ختم ہو جائے گا۔

آپ کی حیثیت مستفتی کی ہے، اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ آپ یوں استفتاء فرماتے کہ: ''کیا فنا فی الشیخ غلو ہے''؟ بجائے اس کے آپ نے فنا فی الشیخ کو غلو کے درجہ میں اتار کر اس غلطی پر استدلال بھی قائم کر دیا، یا للعجب!!! یہ طرز خود از قسمِ غلو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نہیں تو اَور کیا ہے؟ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا، اور بالکل صحیح فرمایا:

''مجھے حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جو پڑھے، نہ لکھے؛ نام محمد فاضل، دو اخبار پڑھ لیے یا ایک مہمل مضمون کسی اخبار میں لکھ دیا (یا کچھ وقت تبلیغی جماعت میں لگا دیا۔ عبدالقیوم) اور ان لوگوں پر تنقید شروع کر دیتے ہیں جو علوم کے سمندر پیے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھو! کسی پر تنقید کرنے اور رد کرنے کے واسطے اس کی بات کی حقیقت، اس کے دلائل کی قوت معلوم ہونا ضروری ہے، یہ انتہائی حماقت ہے کہ بغیر بات سمجھے اناپ شناپ شروع کر دے، ہم لوگوں کی مثال اس بندر کی سی ہے کہ ایک ادرک کی گرہ کہیں سے اٹھالی، اور اپنے آپ کو پنساری سمجھنے لگا''۔ (الاعتدال فی مراتب الرجال یا اسلامی سیاست ص:۲۲)

غلو کی حقیقت ومذمّت

اس تمہید کے بعد سمجھ لیں:

''غلوٗ'' کے معنی ہیں حد سے نکل جانا۔ (مفردات فی غریب القرآن)

لغت کے امام ابن اثیرؒ نے لکھا ہے: ''غلوٗ'' حد سے تجاوز کرنا، تشدد کا راستہ اختیار کرنا، ابلنا، کھولنا۔ (النہایۃ لابن الاثیر)

''دین میں غلوٗ'' اس کو کہتے ہیں کہ: دین کے کسی کام کو اس کی حدِ مسنون سے بڑھا دیا جائے۔

شیطان انسان کا دشمن ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''ان الشیطان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لکم عدوٌّ فاتخذوہ عدوًّا" (الفاطر:٦) ترجمہ: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے؛ تم بھی اسے دشمن سمجھو۔

شیطان کی اولین کوشش یہ ہوتی ہے کہ آدمی کسی طرح بھی نیکی کا راستہ اختیار نہ کرے، اور گناہوں اور فسق وفجور کی زندگی میں مبتلا رہ کر اپنی دنیا اور آخرت خراب کرتا رہے، اس کے لیے شیطان وہ تمام حربے اختیار کرتا ہے جو اس کے بس میں ہیں؛ تاکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے راستہ پر گامزن نہ ہو؛ لیکن اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق کے ساتھ اپنی ہمت سے کام لے، اور گناہوں کی دلدل سے نکل کر جنت کے راستہ پر چل پڑے، تو شیطان سخت پریشان ہوتا ہے، شکار اس کے ہاتھ سے نکلا جارہا ہوتا ہے، مسلمان پورے صبر واستقامت اور ہمت اور حوصلہ کے ساتھ تمام شیطانی کوششوں کے باوجود واپس گناہوں کے راستہ پر جانے کے لیے تیار نہیں ہوتا، تو پھر شیطان کا دوسرا حربہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی جس نیکی کی طرف جارہا ہے اس نیکی کے اندر اسے غلو میں مبتلا کر دے، یعنی جو نیکی وہ کررہا ہے اس نیکی کو شرعی حدود سے اس طرح بڑھا دے کہ وہ نیکی خود اس کے لیے اور اس کے متعلقین کے لیے مصیبت کا ذریعہ بن جائے، اور آدمی غلو میں مبتلا ہو کر طرح طرح کے گناہوں کا شکار ہوجائے؛ اسی لیے اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو غلو عام دوسرے گناہوں سے زیادہ نقصان دہ اور پیچیدہ ہے؛ کیوں کہ عام گناہوں کو تو مسلمان خود گناہ سمجھتا ہے، اور اس میں مبتلا ہونے کو گناہ جانتا ہے، جبکہ دین داری میں غلو کرنے والے کو اپنے گناہ کا اکثر اوقات اندازہ بھی نہیں ہوتا، وہ یہی سمجھتا ہے کہ میں نیکی میں ترقی کررہا ہوں؛ حالاں کہ وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شرعی حدود سے تجاوز کر کے گناہ بلکہ کئی گناہوں میں مبتلا ہو رہا ہوتا ہے؛ اس لیے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ میں ''غلو'' کو سختی سے روکا گیا ہے۔

دینی اعمال میں غلو

غلو کی اس ہلاکت خیزی کے پیشِ نظر دین کے تقریباً تمام وہ شعبے اور دینی اعمال جن میں لگنے کا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا، اور آپ نے ان اعمال کے فضائل بیان فرمائے، ان ہی تمام شعبوں میں حد سے گزرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند فرمایا، اور امت کے لوگوں کو ان ہی شعبوں میں غلو سے بچانے کے لیے اہم ترین ہدایات دی ہیں۔

اسلام کے اہم دینی ارکان نماز، روزہ، زکوۃ، حج میں غلو کی اجازت نہیں، تو باقی نیک کاموں میں اور دین کے دیگر شعبوں میں غلو کیسے جائز ہوگا!!!۔

وضو کتنا نیک عمل ہے! مگر اس کے باوجود وضو میں غلو کرنے کو ظلم سے تعبیر فرمایا: ''فمن زاد علی ھذا فقد اساء و تعدی وظلم'' (مشکوۃ ۱/۴۷) یعنی جس نے (تین مرتبہ پر) زیادہ کیا تو اس نے برا کیا، حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔

نفل نماز میں اتنا منہمک ہونا کہ جس سے صحت متأثر ہو یا حقوق العباد پامال ہونے لگیں، غلو ہے۔ کتبِ حدیث میں اس سلسلہ کے کئی واقعات ہیں جن میں حقوق العباد یا حقوقِ نفس ضائع ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جیسی مہتم بالشان عبادت میں اعتدال کی تعلیم فرمائی۔

احادیث میں نفلی روزوں کی ترغیب وارد ہوئی ہے؛ اس کے بے شمار

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فضائل ہیں؛ مگر نفلی روزوں کی بھی ایک حد ہے، مسلسل روزے رکھنا جسے "صوم الدہر" کہا جاتا ہے، یا اس طرح مسلسل روزے رکھنا کہ بیچ میں افطار نہ کیا جائے، جسے "صوم وصال" کہا جاتا ہے، عام لوگوں کے لیے شرعاً ممنوع ہے، اسی طرح اتنے نفلی روزے رکھنا جس سے جسم کو نقصان پہنچنے لگے، یا بینائی کم ہونے لگے، یا میاں بیوی کی ازدواجی زندگی متأثر ہونے لگے، یا مہمانوں کے حقوق پامال ہونے لگے؛ غلو میں داخل ہے، صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرماتے ہوئے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ولا تزد علیه" یعنی اور (دیکھو) اس سے زیادہ نہ کرنا۔ پورا واقعہ ملاحظہ کیجیے: مشکوۃ؛ ص/ ۱۷۹ پر ہے۔

نماز کے بعد زکوۃ اسلام کا اہم رکن ہے، ہر صاحبِ نصاب پر مخصوص مقدار کا سال میں ایک مرتبہ نکالنا فرضِ عین ہے، زکوۃ کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شمار احادیث میں انفاق فی سبیل اللہ کے بڑے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں؛ لیکن اتنے فضائل اور اتنی ترغیب کے باوجود جب بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنا سارا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی اجازت مانگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت نہیں دی؛ بلکہ یہی نصیحت فرمائی کہ سارا مال اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرو؛ بلکہ اپنے پاس بھی رکھو۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال - جو سونے کی ڈلی کی شکل میں تھا - آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں انفاق فی سبیل اللہ کے لیے پیش کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ ملاحظہ کیجیے: ابوداود مع بذل المجهود، کتاب الزکوۃ، باب الرجل یخرج من ماله ۳/ ۵۷، ۵۸۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حج کرنے کے مستقل فضائل ہیں، اس مبارک سفر کے لیے تیاری کرنے اور ضروری ساز و سامان اپنے ہمراہ رکھنے کا حکم ہے، اپنے اوپر ایسی پابندیاں خود عائد کرلینا جس سے حج کی مشقت بڑھ جائے؛ ناپسندیدہ اور غلو ہے، اس کی ممانعت مستند اور صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہے، یہاں اس کی گنجائش نہیں۔

تفصیلِ بالا سے کوئی بھی سمجھ دار مسلمان جسے اللہ تعالیٰ نے تھوڑی سی عقل دی ہو اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی اتباع کی دل سے خواہش رکھتا ہو، بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ جب نماز، روزہ، زکوۃ، حج جیسی مہتم بالشان عبادتوں میں غلو کی اجازت نہیں، تو ان کے علاوہ دوسری عبادتوں میں اور دین کے دوسرے کاموں: تبلیغ وغیرہ میں غلو کر کے فنافی التبلیغ ہو جانا، اور دین کے دوسرے منصوص شعبوں کا قولاً وعملاً انکار کرنا، یا ان شعبوں سے وابستہ حضرات کو طعن وتشنیع کرنا، کیسے جائز ہوسکتا ہے!!!۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ نے لکھا ہے کہ: ''اسلام میں بدعت کو اس لیے سخت جرم قرار دیا کہ وہ تحریفِ دین کا راستہ ہے، پچھلی امتوں میں یہی ہوا کہ انہوں نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کی تعلیمات پر اپنی طرف سے اضافے کر لیے، اور ہر آنے والی نسل ان میں اضافہ کرتی رہی، یہاں تک کہ یہ بھی پتہ نہ رہا کہ اصل دین کیا تھا؟ اور لوگوں کے اضافے کیا ہیں؟''۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے ''تفسیر معارف القرآن'' میں تحریر فرمایا ہے کہ: ''تحریفِ دین کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب دین میں تعمق وتشدد یعنی غلو فی الدین ہے''۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

چند سطور کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں:

''مگر افسوس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قدر اہتمام اور شریعت کی اتنی پابندیوں کے باوجود آج امتِ مسلمہ اسی غلو کی بری طرح شکار ہے، دین کے سارے ہی شعبوں میں اس کے آثار نمایاں ہیں''۔ (تفسیر معارف القرآن ۲/ ٦۲۲)

اس لیے جو دینی احباب، دین کے اہم کاموں مثلاً تبلیغ، جہاد، مناظرہ، تعلیم، سیاست وغیرہ میں اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں، اس بات کو قدم قدم پر ملحوظ رکھیں کہ وہ کہیں غیر محسوس طور پر غلو کا شکار تو نہیں ہو گئے ہیں؟ کیوں کہ یہ غلو ان کی دینی خدمات کو مسخ کرسکتا ہے اور ہم سب یہ حدیث شریف ہمیشہ یاد رکھیں: ''ایاکم والغلوفی الدین، فانما اهلك من كان قبلكم الغلوُّ فی الدین'' یعنی: خبردار! دین میں غلو سے بچنا، کیوں کہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا تھا۔ (نسائی، مستدرک حاکم)

ایک واقعہ: غلو سے اعتدال کی طرف

اخیر میں بہ مقتضائے ''وتواصوابالحق'' (ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں) اور ''الدین النصیحة'' (دین سارا کا سارا خیر خواہی کا نام ہے) حضراتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے، کہ یہ حضرات اپنے کسی بھائی کو غلو میں مبتلا پاتے تو اعتدال کی جانب متوجہ کرتے، دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے حضرات کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ یہ واقعہ صحیح بخاری میں ہے اور دو جلیل القدر صحابہؓ کا ہے: ایک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت سلمان فارسی ؓ- جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے-، اور دوسرے حضرت ابوالدرداء ؓ- جو مدینہ پاک ہی میں رہتے تھے-اور جن کا اصل نام عامر یا عویمر تھا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد دونوں کے درمیان مواخات یعنی بھائی بندی کروائی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے:

اٰخی النبي صلى الله عليه وآله وسلم بين سلمان رضي الله عنه وأبي الدرداء رضي الله عنه، فزار سلمان رضي الله عنه أبا الدرداء رضي الله عنه، فرأى أم الدرداء رضي الله عنها متبذلة، فقال لها: ما شأنكِ؟قالت: أخوك أبوالدرداء رضي الله عنه ليس له حاجة في الدنيا. فجاء أبوالدرداء رضي الله عنه، فصنع له طعاما، فقال: كل، قال: فإني صائم، قال: ما أنا بآكل حتى تأكل، قال: فأكل، فلما كان الليل ذهب أبوالدرداء رضي الله عنه يقوم، قال: نم، فنام، ثم ذهب يقوم فقال: نم، فلما كان من اٰخر الليل قال سلمان رضي الله عنه: قم الاٰن، فصليا فقال له سلمان: إن لربك عليك حقا، ولنفسك عليك حقا، ولأهلك عليك حقا، فأعط كل ذي حق حقه، فأتى النبي صلى الله عليه وآله وسلم فذكر ذلك له، فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: صدق سلمان رضي الله عنه. (صحيح البخارى)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی ؓ اور حضرت ابوالدرداء ؓ کے درمیان بھائی بندی کروائی تھی، ایک مرتبہ حضرت سلمان ؓ حضرت ابوالدرداء ؓ کے گھر آئے تو ان کی اہلیہ کو دیکھا کہ کام کاج کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، پوچھا کہ: کیا بات ہے؟ تو ان کی اہلیہ نے کہا: آپ کے بھائی ابوالدرداء کو دنیا کی کوئی حاجت نہیں۔ (حضرت ابوالدرداء ؓ کہیں گئے ہوئے تھے، واپس آئے تو وہ حضرت سلمان ؓ کو دیکھ کر خوش ہوئے) حضرت سلمان ؓ کے لیے کھانے کا انتظام کیا، اور پیش کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت سلمانؓ نے کہا: آپ بھی کھایئے، انھوں نے جواب دیا کہ: میرا تو روزہ ہے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا کہ: جب تک آپ نہیں کھاؤ گے، میں بھی نہیں کھاؤں گا، پھر (بعد میں) دونوں نے کھانا کھایا۔ جب رات کو سونے کا وقت ہوا تو حضرت ابوالدرداءؓ عبادت کے لیے کھڑے ہونے لگے، تو حضرت سلمانؓ نے کہا: ابھی سو جاؤ، وہ سو گئے پھر اٹھنے لگے، تو حضرت سلمانؓ نے پھر کہا: ابھی سو جاؤ، پھر جب آخر شب ہوئی تو حضرت سلمانؓ نے حضرت ابوالدرداءؓ سے فرمایا: اب اٹھ جاؤ، دونوں اٹھے، دونوں نے تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمانؓ نے فرمایا: بے شک تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے، تم ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دیا کرو۔ پھر حضرت ابوالدرداءؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ نقل کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلمانؓ نے بالکل ٹھیک کہا۔ (فتح الباری ۴/ ۲۰۹ تا ۲۱۱)

اور دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عویمر ابوالدرداءؓ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر یہ واقعہ سنایا (تا کہ معلوم کر سکے کہ کس کا طرزِ عمل بہتر ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''اے عویمر! سلمان تم سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں''۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کی تصدیق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''سلمان کو بڑا علم دیا گیا ہے''۔ (ایضاً)

حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ، آپس میں دینی محبت رکھنے والے حضرات خواہ تدریسی بھائی ہوں یا تعلیمی، تبلیغی بھائی ہوں یا خانقاہی، اگر اپنے احباب میں سے کسی کو حدِ شرعی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے نکلتا ہوا دیکھیں تو محبت، نرمی اور حکمت کے ساتھ اعتدال کی جانب اس کی دینی رہنمائی کردیں؛ تاکہ وہ غلو میں مبتلا نہ ہو۔

(ماخوذ از: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، شمارہ صفر المظفر تا ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ)

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو غلو میں مبتلا ہو اس کو جب اعتدال کی تعلیم دی جائے، تو سرِ تسلیم خم کر کے اس پر عمل بھی کرے اور رہنمائی کرنے والے کو برا بھلا نہ کہے؛ بلکہ اپنا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھے، دیکھئے! مذکورہ واقعہ میں حضرت ابوالدرداءؓ اپنے معمول کے مطابق رات کو عبادت کے لیے جب اٹھے تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا: ''نم فنام...'' سو جایئے، ان کے اس کہنے پر حضرت ابوالدرداءؓ بلا چوں وچرا سو گئے، اور برا بھلا بھی نہیں کہا کہ، تم پردیسی پھر میرے مہمان، مجھے عبادت سے روکنے والے کون ہو؟۔

لَا تَغْلُوْا فِي دِينِكُمْ کی تفسیر

غلو کی تفصیل کے بعد آیتِ کریمہ ''لا تغلوا فی دینکم''- جس کا ذکر استفتاء میں ہے-کی تشریح ''معارف القرآن'' کے حوالہ سے نقل کی جاتی ہے:

''سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یاھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم'' الآیة: اے اہلِ کتاب! (یعنی انجیل والو!) تم اپنے دین کے بارے میں (عقیدۂ حقہ کی) حد سے مت نکلو۔

قوله تعالی: ''لا تغلوا فی دینکم'' اس آیت میں اہلِ کتاب کو غلو فی الدین سے منع فرمایا گیا، غلو کے لفظی معنیٰ حد سے نکل جانے کے ہیں، اور امام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جصاصؒ نے ''احکام القرآن'' میں فرمایا: ''الغلو فی الدین ھو مجاوزۃ حد الحق فیہ'' یعنی دین کے بارے میں غلو یہ ہے کہ دین میں جس چیز کی جو حد مقرر کی گئی ہے، اس سے آگے نکل جائے۔

اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاری دونوں کو اس حکم کا مخاطب اس لیے بنایا گیا کہ، غلو فی الدین ان دونوں میں مشترک ہے، اور یہ دونوں فرقے غلو فی الدین ہی کے شکار ہیں؛ کیوں کہ نصاریٰ نے تو عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے اور ان کی تعظیم میں غلو کیا، ان کو خدا یا خدا کا بیٹا یا تیسرا خدا بنا دیا، اور یہود نے ان کے نہ ماننے اور رد کرنے میں غلو کیا، کہ ان کو رسول بھی نہ مانا؛ بلکہ معاذ اللہ ان کی والدہ ماجدہ مریم بتول پر تہمت لگائی، اور ان کے نسب پر عیب لگایا۔

چوں کہ غلو فی الدین کی وجہ سے یہود ونصاری کی گمراہی اور تباہی مشاہدہ میں آ چکی تھی؛ اس لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اس معاملہ میں پوری احتیاط کی تاکید فرمائی، مسندِ احمد میں حضرت فاروقِ اعظمؓ کی روایت ہے کہ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لاتطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم، فانما انا عبد فقولوا: عبد اللہ ورسولہ'': میری مدح وثنا میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسا نصاریٰ نے عیسی بن مریم علیہ السلام کے معاملہ میں کیا ہے، خوب سمجھ لو کہ میں اللہ کا بندہ ہوں؛ اِس لیے تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو۔ (اس روایت کو بخاری اور ابن مدینیؒ نے بھی روایت کیا ہے اور صحیح السند قرار دیا ہے)۔

خلاصہ یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور بشر ہونے میں سب کے ساتھ شریک ہوں، میرا سب سے بڑا درجہ یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس سے آگے بڑھانا کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

خدا تعالیٰ کی صفات میں مجھے شریک قرار دے دو؛ یہ غلو ہے، تم نصاریٰ کی طرح کہیں اس غلو میں مبتلا نہ ہو جاؤ، اور یہود و نصاریٰ کا یہ غلو فی الدین صرف انبیاء کی حد تک نہیں رہا؛ بلکہ انہوں نے جب یہ عادت ہی ڈال لی تو انبیاءؑ کے حواریین اور متبعین اور ان کے نائبین کے مقابلہ میں بھی یہی برتاؤ اختیار کرلیا، رسول کو تو خدا بنا دیا تھا، رسول کے متبعین کو معصوم کا درجہ دے دیا، پھر یہ بھی تنقید و تحقیق نہ کی کہ یہ لوگ حقیقتاً انبیاء کے متبع اور ان کی تعلیم پر صحیح طور سے قائم بھی ہیں یا محض وراثتاً عالم یا شیخ سمجھے جاتے ہیں؟ نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں ان کی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی جو خود بھی گمراہ تھے اور ان کی گمراہی کو اور بڑھاتے تھے، دین اور تدین ہی کی راہ سے ان کا دین برباد ہو گیا، قرآنِ حکیم نے ان لوگوں کی اس حالت کا بیان اس آیت میں فرمایا ہے: ”اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابًا من دون الله“ یعنی ان لوگوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں کو بھی معبود کا درجہ دے دیا، اس طرح رسول کو تو خدا بنایا ہی تھا، اتباعِ رسول کے نام پر پچھلے مذہبی پیشواؤں کی بھی پرستش شروع کر دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ غلو فی الدین وہ تباہ کن چیز ہے جس نے پچھلی امتوں کے دین کو دین ہی کے نام پر برباد کر دیا ہے، اسی لیے ہمارے آقا و مولا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اس وبائے عظیم سے بچانے کی مکمل تدبیریں فرمائیں۔ حدیث میں ہے کہ: حج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمیٔ جمرات کے لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو فرمایا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے کنکریاں جمع کر لائیں، انہوں نے متوسط قسم کی کنکریاں پیش کر دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کو بہت پسند فرما کر دو مرتبہ فرمایا: ”بمثلھن بمثلھن“ یعنی ایسی ہی متوسط کنکریوں سے جمرات پر رمی کرنا چاہیے، پھر فرمایا: ”ایاکم والغلو فی الدین، فانما ھلك من قبلکم بالغلوّ فی دینھم“ یعنی تم غلو فی الدین سے بچتے رہو کیوں کہ تم سے پہلی امتیں غلو فی الدین ہی کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئیں۔

فوائدِ مہمہ

اس حدیث سے چند اہم مسائل معلوم ہوئے:

اول یہ کہ حج میں جو کنکریاں جمرات پر پھینکی جاتی ہیں، ان کی حدِ مسنون یہ ہے کہ وہ متوسط ہوں، نہ بہت چھوٹی ہوں نہ بہت بڑی، بڑے بڑے پتھر اٹھا کر پھینکنا غلو فی الدین میں داخل ہے۔

دوسرے یہ معلوم ہوا کہ ہر چیز کی حدِ شرعی وہ ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے متعین فرما دی، اس سے تجاوز کرنا غلو ہے۔

تیسرے یہ واضح ہو گیا کہ غلو فی الدین کی تعریف یہ ہے کہ، کسی کام میں اس کی حدِ مسنون سے تجاوز کیا جائے“۔ (معارف القرآن ۲/ ۶۲۰،۶۱۹)

تفسیرِ بالا سے معلوم ہوا کہ آیتِ کریمہ میں اہلِ کتاب کو غلو سے روکا گیا ہے، آپ نے اس کو اہلِ تصوف پر چسپاں کر کے حد تجاوزی کی، جو قرآن شریف کی دوسری آیتِ کریمہ ”لاتغلوا فی دینکم غیر الحق“ (البقرہ: ۷۷) کی رُو سے ناجائز ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فنا فی الشیخ

غلو کی تشریح کے بعد ''فنا فی الشیخ''۔جس کو آپ نے غلو فی الدین سمجھ رکھا ہے۔کی حقیقت سمجھ لینا ضروری ہے۔

''فنا'' سے مطلق فنا مراد نہیں؛ بلکہ اپنا ارادہ اور اپنی تجویز کو فنا کرنا مراد ہے،یعنی اپنے ارادہ اور تجویز کو شیخ کے ارادہ اور تجویز کے تابع کردے،بالفاظِ دیگر ''فنا فی الشیخ'' اس کو کہتے ہیں کہ اپنے مزاج کو شیخ کے مزاج میں اور اپنی طبیعت کو شیخ کی طبیعت میں فنا کردے،کہ نہ اپنا مزاج باقی رہے نہ طبیعت،اور......

من تُو شدم، تُو من شدی		من تن شدم، تُو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازاں		من دیگرم تُو دیگری

کا مصداق ہوجائے۔

اگر غور کیا جائے تو ''فنا فی الشیخ'' شخص درحقیقت ''فنا فی اللہ'' ہے،جو شریعت کا عین مقصود ہے۔اس کی تشریح یہ ہے کہ راہِ سلوک میں شیخِ کامل وہی ہے جو پابندِ شریعت ہو،شرعی احکام پر عمل اس کی طبیعت اور مزاج بن چکا ہو،اس لیے ''فنا فی الشیخ'' شخص کا شیخ کے واسطے سے اپنے ارادہ اور تجویز کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور تجویز کے تابع کردینے کا نام ہے۔

آپ نے ''فنا فی الشیخ'' کو دین میں غلو سے تعبیر کیا ہے،حالاں کہ یہ شرع سے ثابت ہے۔''تالیفاتِ رشیدیہ میں ہے:

سوال: فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول کیا ہوتا ہے؟ اور کہاں سے ثابت ہے؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اوراس کی نسبت صوفیاء کیا فرماتے ہیں؟

جواب: یہ دونوں لفظ اصطلاحِ مشائخ کے ہیں، اتباع کرنا اور محبت کا غلبہ لوجہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے، اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ فاتبعونی یحببکم الله. (الآیة)۔ (تالیفاتِ رشیدیہ ص:۱۹۸)

فنا فی الشیخ کا ثبوت

ملاحظہ کیجیے! بخاری شریف اور ابوداود شریف کے حوالہ سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی معرکۃ الآراء کتاب "التکشف عن مہمات التصوف" میں تحریر فرماتے ہیں:

حدیث صد وشصت وسوم: عن عروة بن الزبير عن المسور بن مخرمة ومروان الحديث الطويل وفيه من قصة الحديبية: ثم إن عروة بن مسعود جعل يرمق أصحاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم بعينه، قال: فوالله ما يتنخم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بنخامة إلا وقعت في كف رجل منهم، فدلك بها وجهه وجلده، وإذا أمرهم ابتدروا أمره، وإذا توضأ كادوا يقتتلون على وضوئه، وإذا تكلم خفضوا أصواتهم عنده، وما يحدون النظر إليه تعظيما له.

وفی هذا الحديث: قال عمر بن الخطاب: فأتيت نبي الله صلى الله عليه وآله وسلم فقلت: يا نبي الله! ألست نبي الله حقا؟ قال بلى. قلت: ألسنا على الحق وعدونا على الباطل؟ قال: بلى! قلت: فلم نعطي الدنية في ديننا إذا؟ قال: إني رسول الله ولست أعصيه وهو ناصري، قلت: أوليس كنت تحدثنا أنا سنأتي

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

البيت ونطوف به؟قال: بلى! أفأخبرتك أنك تأتيه العام؟قلت: لا، قال: فإنك اتيه ومطوف به؛ قال: فأتيت أبا بكر، فقلت: يا أبا بكر! أليس هذا نبي الله حقا؟قال: بلى! قلت: ألسنا على الحق وعدونا على الباطل؟قال: بلى! قلت: فلم نعطي الدنية في ديننا إذا؟ فقال: أيها الرجل! إنه رسول الله ﷺ ولن يعصي ربه وهو ناصره، فاستمسك بغرزه فوالله إنه على الحق، قلت: أليس كان يحدثنا أنا سنأتي البيت ونطوف به؟قال: بلى! أفأخبرك أنك تأتيه العام؟ قلت: لا، قال: فإنك اتيه ومطوف به، قال عمر: فعملت لذلك أعمالا ... الحديث. (اخرجه البخاری وابوداود)

ترجمہ: عروہ ابن الزبیر نے مسور بن مخرمہ اور مروان سے حدیثِ طویل روایت کی ہے، اور اس میں مِن جملہ قصۂ حدیبیہ کی یہ حکایت بھی ہے کہ: عروہ بن مسعود (یکے از رؤسائے مکہ جو بغرضِ تجسسِ حالِ مسلمین وگفتگوئے معاملۂ صلح وغیرہ آیا تھا وہ) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو اپنی آنکھ سے دیکھتا تھا۔ اس کا قول ہے کہ: واللہ! رسول اللہ ﷺ کھنکار تھوکتے تھے تو صحابہ میں سے کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ میں پڑتا تھا، اور وہ اس کو اپنے منھ پر اور بدن پر مَل لیتا تھا، اور جب آپ ﷺ ان کو کسی کام کی فرمائش کرتے تو اس کے کرنے کو سب دوڑتے، اور جب آپ وضو کرتے تو وہ آپ کے وضو کا پانی لینے پر لڑتے تھے، اور جب آپ کلام فرماتے تو وہ اپنی آوازوں کو آپ ﷺ کے سامنے بالکل پست کر لیتے، اور آپ ﷺ کو تیز نگاہ بھر کر دیکھ نہ سکتے بسبب آپ ﷺ کی غایتِ تعظیم کے۔

اور اسی حدیث میں یہ قصہ بھی ہے (یہ اس وقت کے متعلق ہے جب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کی صلح کو منظور فرمالیا، اور بہ اقتضائے وقت بعض شرطیں اس صلح میں بظاہر ایسی تھیں جس سے مسلمانوں کے دبنے کا شبہ ہوسکتا تھا، پس اس کے متعلق یہ قصہ ہوا) کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ: میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا (اس وقت یہ جوش میں تھے، ان کو وہ شرائط ناگوار تھیں) اور عرض کیا: یا نبی اللہ! کیا آپ سچے نبی اللہ نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کیا: کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں، میں نے عرض کیا: تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارے میں کیوں ذلت گوارا کریں؟ آپ نے فرمایا: میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا ہوں۔ (سو جو کچھ میں نے اس وقت کیا وہ حکمِ خداوندی کے خلاف نہیں ہے)، اور اللہ تعالیٰ (انجام کار) مجھ کو غالب کرنے والا ہیں۔ (گوکسی حکمت سے اس میں قدرے توقف ہو)، میں نے عرض کیا: کیا آپ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ: ہم بیت اللہ میں جاویں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ (یعنی پھر صلح توڑ کر ابھی کیوں نہ جا گھسیں)؟ آپ نے فرمایا: ہاں! یہ تو کہا تھا؛ لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ میں جاؤ گے؟ میں نے عرض کیا کہ: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو تم ضرور (وقتِ موعود پر) بیت اللہ میں جاؤ گے بھی اور اس کا طواف بھی کروگے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ: پھر میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہونچا، (ان کا جوش اس وقت تک فرو نہیں ہوا تھا، اسی کے غلبہ میں یہ وہاں پہونچے) اور میں نے کہا: (آگے وہی اوپر کے سوالات ہیں اور وہی جوابات ان کو ملے ہیں، چناں چہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کہ: اے ابوبکر! کیا یہ (یعنی حضور) سچے نبی اللہ نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں، میں نے کہا کہ: کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں، میں نے کہا تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارے میں کیوں ذلت گوارا کریں؟ انہوں نے فرمایا کہ: مردِ خدا! آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرنے والے ہیں، پس تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب مضبوط پکڑے رہو (یعنی اتباع وامتثال وتسلیم میں مستقیم رہو)، واللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا شبہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کہ: کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جاویں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! یہ تو فرمایا تھا؛ لیکن یہ بھی فرمایا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ میں جاؤ گے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا: تو ضرور بیت اللہ میں جاؤ گے بھی اور اس کا طواف بھی کرو گے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس جرأت کے تدارک کے لیے بہت سے اعمالِ (صالحہ) کیے (کہ یہ صورت گستاخی کی معاف ہو)۔ روایت کیا اس کو بخاری وابوداؤد نے۔

(تیسیر، ص: ۳۳۴، ۳۳۳)

ف: عادۃً، مبالغہ درمحبت واحترامِ شیخ: حدیث کے اول ٹکڑے میں صحابہؓ کا جو برتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مذکور ہے اس سے یہ امر بخوبی ثابت ہے جو عملاً بمنزلہ ملتزم اہلِ طریق کے ہے کہ، شیخ سے محبت درجۂ جان بازی تک رکھتے ہیں، اور احترام سلاطین سے زیادہ کرتے ہیں؛ البتہ حدِ شرع سے تجاوز نہ ہونا چاہیے۔

ف: حال، فنافی الشیخ: گو حدیث میں اس کی تصریح تو نہیں؛ مگر غور کرنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے استدلال سے اس کا ثبوت بہت واضح ہے یعنی حدیث کے آخر کے ٹکڑے میں جو حضرت صدیقؓ کے جوابوں کا لفظاً و معنیً اتحاد اجوبۂ نبویہ کے ساتھ مذکور ہیں، اس سے بخوبی ثابت ہے کہ قلبِ صدیقی، قلبِ نبوی کے ساتھ ایسا متصل تھا کہ ایسے علوم واحوال کا بعینہٖ فیضان ہوتا تھا، اور ایسا اتصال بدلیل عادت خواص فنا فی الشیخ سے ہے، اور خاصہ کا وجود دلیل یقینی ہے وجود ذی خاصہ کی، پس جب یہ اتصال حدیث سے ثابت ہے تو یہ فنا بھی ثابت ہو گیا، جس کی حقیقت غایت تناسب مرید و شیخ میں ہے جو کہ غایتِ اطاعت و محبت سے پیدا ہو جاتا ہے۔

(التکشف عن مہمات التصوف، ص: ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: ’’شیخ کی توجہ اگر نہ ہو تو مرید ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا، دراصل شیخ کی توجہ اس کو لے کر چلتی ہے؛ مگر اس کے لیے فنائیتِ شیخ اور عقیدت و محبت کی ضرورت ہے‘‘۔ (ملفوظات فقیہ الامت ۶ / ۳۸)

سطورِ بالا میں فنا فی الشیخ کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اب آپ ہی بتلایئے! فنا فی الشیخ دین میں غلو ہے یا عین اتباعِ شریعت ہے؟ آپ فیصلہ کریں۔ اور یہ بات پلّے باندھ لیں کہ صوفیائے کرام کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں، جب تک ان کے حقائق معلوم نہ ہوں بلا وجہ ان پر اعتراض نہ کرنا چاہیے، مشائخِ حقہ پر اعتراض نقصان کے اعتبار سے گناہِ کبیرہ سے کم نہیں۔

غلو کا ملزم کون؟

آپ نے خانقاہ اور مشائخِ حقہ سے وابستہ حضرات کو غلو کا ملزم قرار دیا ہے؛

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مگر واقعہ یہ ہے کہ آئے دن غلو آمیز طرزِ عمل اور فقرے عوام الناس تبلیغی حضرات کی طرف سے صادر ہوتے رہے ہیں، جس کو دین اور علمِ دین سے تھوڑی بھی شد بد ہو وہ ان حقائق سے واقف ہے؛ مگر بانئ جماعتِ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کے جانشینوں کی مخلصانہ جدوجہد، بانی کے مقاصد اصولِ شرع کے مطابق ہونے، اکابرِ امت کی پُرزور تائیدات، جماعت اور اس کے کام سے محبت اور پورے عالم میں اس جماعت کے دوررس اور قابلِ ستائش اثرات ونتائج کی بنا پر ہمیشہ اہلِ علم، مشائخِ خانقاہ نے جماعت کی طرف سے دفاع کیا، اور کررہے ہیں، آپ کے علم میں لانے کے لیے عوام اہلِ تبلیغ کے غلو کے چند نمونے اور اہلِ علم کی طرف سے اس کا دفاع ملاحظہ کیجیے، صرف عنوانات لکھے جاتے ہیں:

اہلِ تبلیغ کے غلو کے دس نمونے

(۱) تبلیغی حضرات فرماتے ہیں: امت نے دعوت (مراد مروجہ تبلیغی جماعت) کا کام چھوڑ کر جرمِ عظیم کیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم زکریا ۱/ ۴۴۳)

(۲) آج کل کے تبلیغی کارکن حضرات میں سے بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ: آج عمومی لوگوں میں دین کی احیاء کا صرف یہی واحد ذریعہ ہے، اور یہ کام منہاجِ نبوت ہے، اس کے سوا دوسرے طریقۂ تبلیغ کو جس میں مشائخ حضرات وغیرہ لگے ہوئے ہیں؛ کم نافع بلکہ بے سود کے درجہ میں سمجھتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴/ ۲۴۸)

(۳) ایک تبلیغی صاحب نے تقریر فرمائی: حضرت مولانا الیاس صاحبؒ دراصل الہامی نبی تھے، انبیاء پر وحی آتی تھی؛ لیکن مولانا ایسے نبی تھے جن کو ہر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آنے والے واقعہ کا الہام ہوتا تھا، گویا الہامی نبی تھے۔ (ایضاً ص:۲۹۱)

(۴) ایک شخص جو کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک ہے، کہتا ہے کہ: دعوت کے بغیر جتنے بھی دینی کام ہورہے ہیں وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، مثلاً شیعیت کے خلاف جو کام ہورہا ہے اس سے امت کو نقصان ہورہا ہے، اور یہ بھی کہا کہ ختمِ نبوت کی تحریک نے امت کو کچھ نہیں دیا۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ۸/۱۹۹)

(۵) تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کا کہنا ہے: ''تمام امتِ مسلمہ کی ہدایت واصلاح صرف اور صرف جماعت کی موجودہ ترتیب پر کام کرنے میں ہے''۔ (ایضاً)

(۶) ایک عالم، مفتی، مدرس جو صرف درس وتدریس، خطابت اور فتویٰ کا کام سرانجام دے رہا ہے، اور ایک عالم جو موجودہ ترتیب (تبلیغی ترتیب) پر کام کررہا ہے، تو یہ عالم اس مدرس سے بڑھا ہوا ہے جو اس ترتیب کو اختیار نہیں کرتا۔ (ایضاً ۸/۲۰۱)

(۷) تبلیغی جماعت والے اپنی تقریروں وبیانات میں بار بار یہ کہتے ہیں کہ: جو اللہ کے راستے میں وقت نہیں لگاتے وہ گمراہ ہیں، اور ان کے اندر ایمان نہیں ہے۔ (ایضاً ۸/۲۰۲)

(۸) تبلیغی حضرات نے قرآن شریف کی تفسیر بند کرواکر تبلیغی کتاب کی تعلیم شروع کروائی۔ (محمود الفتاویٰ گجراتی ۱/۴۱۹)

(۹) چند تبلیغی حضرات نے تبلیغی کتاب کی تعلیم نماز کے بعد زور زور سے کرکے لوگوں کو نماز گھر پر پڑھنے پر مجبور کیا، اور حوالہ مرکز نظام الدین دہلی کا دیا، تعلیم روکنے والوں کو قتل کی دھمکی دی۔ (ایضاً، ص: ۴۲۴، ۴۲۳)

(۱۰) تبلیغ والے حضرات نے بلیک بورڈ سے احادیث مٹادی، یہ سمجھ کر کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اصل دعوت کا کام ہی پورا دین ہے۔ (ایضاً ص: ۴۳۴، ۴۳۳)

اصل کتاب سے ان مضامین کو نکال کر آپ دیکھ لیجیے، کس قدر غلو ہو رہا ہے! بہ ایں ہمہ دیوبندی علماء ومفتیانِ کرام میں سے کسی نے کبھی یہ فتویٰ نہیں دیا کہ غلو کی وجہ سے تبلیغی جماعت میں جانا جائز نہیں، یا یہ جماعت برحق نہیں؛ بلکہ ہمیشہ جماعت کے کام کو سراہتے ہوئے افراد کی کوتاہی پر محمول کیا، اوران کے اقوال کی تاویل کی، یاان کی کم فہمی یا کج فہمی پر مبنی قرار دیا۔

اخیر میں ایک سوال وجواب ''محمود الفتاویٰ'' سے نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ایک تبلیغی مقرر صاحب کا واقعۂ شاہِ ہرقل سے غلو آمیز استدلال کا جواب

سوال: حیاۃ الصحابہ (مؤلفہ: حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہ) کے حوالہ سے ایک صاحب نے ایک واقعہ بیان کیا کہ: شاہِ ہرقل کا جس میں چند اصحاب رسولؐ بادشاہ کے پاس بغرض دعوت اسلام حاضر ہوتے ہیں، اورآگے یہ کہ بادشاہ انھیں ایک بکس میں سے چند تصاویر دکھلاتا ہے، جو انبیاء کرام کی تھیں، یہاں تک کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر بھی دکھلائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار بھی کیا، اوراخیر میں اسلام لانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ: آپ کے یہاں اپنے غلام سے جو سب سے زیادہ بدتر سلوک کرے، میں اس کا بدتر غلام بننے کو تیار ہوں؛ لیکن اسلام لانے کو تیار نہیں۔ آگے سلسلۂ کلام میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت موصوف (مقرر صاحب) نے فرمایا کہ: یعنی اس پر اسلام واضح ہو چکا تھا اور وہ جانتا تھا......یہی حق ہے، اور اس پر علامات واضح ہو چکی تھیں پھر بھی اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا، (چوں کہ وہ موقعہ ہمارے محلہ کی مسجد کی ہفتہ واری گشت کے بعد عمومی بات کا تھا؛ اس لیے موقع کی مناسبت سے تبلیغی کام کی ترغیب دیتے ہوئے) آگے حضرت موصوف نے سلسلۂ کلام میں فرمایا: ''معلوم ہوا کہ کسی کام کو صرف حق جاننا اور صحیح سمجھنا کہ یہ کام صحیح ہے یا بہت اچھا ہے، یہ نجات کے لیے کافی نہیں ہے، یا یہ ہدایت نہیں، جیسا کہ آج امت کا ایک بہت بڑا طبقہ اور ہم میں سے بہت سے لوگ اس دعوت کے کام کو حق سمجھتے ہیں؛ لیکن جب کہا جاتا ہے کہ نکلو تو ......اب کیا کہا جائے'' براہِ کرم بتلاویں کہ حضرت موصوف کا مذکورہ بالا واقعہ کا اس طرح کا استعمال کیا درست ہے؟ اور کیا حضرت موصوف کا استناد درست ہے؟ اور اگر ہے تو ان اکابرین علماء کے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے جن کا اس خاص طریقۂ کار میں کوئی وقت نہیں لگا، جب کہ وہ ساری زندگی اس کام کو درست اور حق جانتے رہے، اور دوسروں کو بھی اس کام کی تلقین کرتے رہے، اللہ کے واسطے جواب مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:

اس سوال کا جواب سمجھنے سے پہلے موجودہ تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت سمجھ لینا ضروری ہے:

حضرت مفتیٔ اعظم فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ اس سوال کے جواب میں کہ ''ایک صاحب تبلیغی جماعت میں جانے کو فرض عین

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فرماتے ہیں'' تحریر فرماتے ہیں: ''اصل یہ ہے کہ دین سیکھنا فرض عین ہے۔ اس کی ایک صورت مدارس میں پڑھنا ہے، اور ایک صورت تبلیغ میں جانا ہے، اَور بھی صورتیں ہیں۔ میوات کے لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ دین سیکھنا فرض ہے، اس لیے یا مدارس قائم کرو یا دوسری صورتیں اختیار کرو، اگر تم کوئی دوسری صورت اختیار نہ کرسکو تو متعین طور پر تبلیغ ہی میں نکلو؛ اس لیے وہاں یہی کہہ کر لوگ نکلتے ہیں کہ: دین سیکھنے کے لیے چلو! اتنی بات میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/ ۴۵۳)

ایک اَور سوال جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں موجودہ ''تبلیغی جماعت'' کی حیثیت کیا ہے؟

الجواب: یہ دین سیکھنے پختہ کرنے اور اشاعت کا ایک ذریعہ ہے، اصول کے ساتھ کیا جائے تو تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بے حد مفید ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/ ۴۲۳)

آپ نے سوال میں مقرر صاحب کے واقعۂ ہرقل سے استدلال کی جو صورت بیان کی ہے، وہاں مسئلہ کفر اور اسلام کا ہے، اور اس کو جس پر منطبق کرنا چاہا ہے وہ دین ہی کے مختلف شعبے ہیں، جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر ضروری اور اہم ہے؛ اس لیے ان کا یہ استدلال یا تو کم فہمی پر مبنی ہے یا کج فہمی پر، دین کے تمام ہی شعبے مطلوب اور مقصود ہیں، جو حضرات کسی ایک شعبے سے متعلق ہو کر اس کی خدمت انجام دے رہے ہیں ان کے متعلق یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ: دوسرے شعبہ کی خدمات انجام دینے کے جو مخصوص فوائد ہیں وہ ان کو حاصل نہیں ہوں گے؛ لیکن نعوذ باللہ وہ ناحق پر ہیں یا گمراہی پر ہیں، یا کسی مخصوص شعبہ میں نہ لگنے کی وجہ سے قابلِ مذمت ہیں، یہ نہایت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

خطرناک خیال ہے جس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ایک سوال جواب ملاحظہ ہو:

سوال: جو مسلمان ''تبلیغی جماعت'' میں داخل نہیں ہوتا اور نہ گشت و چلہ کشی کرتا ہے، اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا جو فائدہ ہے اس کو حاصل نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/ ۴۲۳)

اس لیے ان مقرر صاحب کا یہ طرز استدلال درست نہیں۔

ایک بات یاد رہے کہ دین کے ہر شعبے میں کام کرنے والے افراد میں اس شعبہ کے کام کا غلبہ ہونا ضروری ہے، مراکزِ علومِ دینیہ (مدارس) میں تعلیم و تعلم کا غلبہ، مراکزِ تزکیۂ باطن اور خانقاہوں میں مجالسِ ذکر اور اعمالِ تزکیہ ومجاہدات کا غلبہ، اور مراکزِ دعوت وتبلیغ میں دعوت وتبلیغ کے کام کا غلبہ ہونا چاہیے، تو ان شاء اللہ یہ سارے دینی کام آگے بڑھیں گے اور کسی پر کسی عمل کا غلبہ ان اعمال کی محدودیت کے ساتھ مطلوب بھی ہے؛ تا کہ کام خوب آگے بڑھے، اگر کوئی اپنی کج فہمی سے کسی دینی کام کی تنقیص یا تردید کرتا ہے، یا دوسرے کام کی تحقیر کرتا ہے تو اسے غلبہ نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ غلو کہا جائے گا، اور دین میں غلو مذموم اور مردود ہے، اگر مدارس والے ذکر واذکار اور دعوت وتبلیغ کی تنقیص کریں یا خانقاہوں میں دعوت وتبلیغ اور تعلیم و تعلم کی تنقیص ہو یا اربابِ دعوت وتبلیغ تبلیغی کام کو ہی اصل سمجھیں، اور دوسرے کام کی تنقیص وتحقیر کریں تو بالیقین ان کا یہ طرز فکر و عمل مذموم اور قابلِ مذمت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ ۳/ ۲۰۸ تا ۲۱۲)

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

املاٗہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

۱۵/ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اہلِ تصوف ہر امر میں شیخ کی اتباع لازم سمجھتے ہیں

سوال (۴): شیخ و مرشد انبیاء و ملائکہ کی طرح معصوم ہو سکتے ہیں؟ اور شیخ و مرشد کا کسی روحانی مرض پر کوئی علاج تجویز کرنا حتمی اور اٹل ہوسکتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اہلِ تصوف ہر امور میں شیخ ہی کی تابعداری حتمی اور لازمی سمجھتے ہیں، اس کے خلاف کرنے کو گویا سمِ قاتل ٹھہراتے ہیں، اور مضر فی الدین ٹھہراتے ہیں؟

جواب (۴): اہلِ سنت والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے حضرات انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام معصوم ہیں، شیخ و مرید کیسا ہی متقی و پرہیز گار ہو، معصوم نہیں۔

(شرح عقائد ص: ۱۳۹ تا ۱۴۱)

اسی وجہ سے ہر دَور کے مشائخ کے تجربات اصلاح کے باب میں الگ الگ رہے ہیں، جس نے جو نسخہ تجربہ سے مفید پایا باطنی امراض کے لیے آزمایا۔

تذکرۃ الرشید میں ہے:

''اخلاقِ سیئہ بہت سے ہیں، مگر اکثر نے دس میں محصور کر دیا ہے، پھر ان دسوں کا خلاصہ تکبر کو بتایا ہے، کہ اگر یہ دور ہو جائے تو باقی خود دور ہو جاتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس کوئی شخص بیس سال رہا اور ایک روز عرض کیا کہ: حضرت اتنی مدت میں مجھے تو آپ سے کچھ حاصل نہ ہوا، وہ شخص اپنی قوم کا سردار اور برادری میں ممتاز تھا، آپ سمجھ گئے کہ اس کے دل میں بڑائی ہے، فرمایا: اچھا ایک بات کرو، اخروٹوں کا ایک ٹوکرا بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور پکارو کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جو شخص میرے ایک جوتا مارے گا اس کو ایک اخروٹ دوں گا، اور دو مارے گا تو دو دوں گا، اسی طرح زیادہ کرتے جاؤ، جب یہ کام کر چکو اور اخروٹ کا ٹوکرا خالی ہوجائے تب میرے پاس آؤ، اس شخص نے کہا: ''لا اله الا الله محمد رسول الله! حضرت! یہ کام تو مجھ سے ہرگز نہ ہوگا''، حضرت جنید نے فرمایا: یہ وہ مبارک کلمہ ہے کہ اگر ستر برس کا کافر اس کو ایک مرتبہ صدقِ دل سے پڑھ لے تو واللہ مومن ہوجائے؛ مگر تو اس وقت اس کے پڑھنے سے کافرِ طریقت ہوگیا، جا نکل جا! تجھے مجھ سے کچھ حاصل نہ ہوگا''۔ (تذکرۃ الرشید ۲ / ۱۳)

بتلایئے! اس زمانہ میں ازالۂ تکبر کا اگر یہ علاج کیا جائے تو کوئی مرید برداشت کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

شیخ کی تابع داری جائز امور میں کی جاتی ہے، ناجائز امور میں نہیں، اسی وجہ سے خلافِ شرع امور کے مرتکب شیخ سے تعلق ختم کردینا ضروری ہے۔

حضرت گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اشغالِ صوفیہ بطور معالجہ کے ہیں، سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے جیسا اصل علاج ثابت ہے؛ مگر ''شربتِ بنفشہ'' حدیثِ صریح سے ثابت نہیں، ایسا ہی سب اذکار کی اصلِ ہیئت ثابت ہے، جیسا توپ بندوق کی اصل ثابت ہے اگرچہ اس وقت میں نہ تھی، سو یہ بدعت نہیں، ہاں! ان ہیئات کو سنتِ ضروری جاننا بدعت ہے، اور اس کو بھی علماء نے بدعت لکھا ہے''۔ (تالیفاتِ رشیدیہ ص/ ۱۹۴)

مرید اپنے شیخ کی تابعداری اس لیے ضروری سمجھتا ہے کہ، اس نے بیعت کرکے وفاداری کا وعدہ کیا ہے، ایفائے وعدہ ضروری ہے، اس کی خلاف ورزی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے دینی ودنیوی نقصان ہوتا ہے۔

انفاسِ عیسیٰ میں ہے:

اگر شیخ سے طریقِ تربیت میں غلطی بھی ہوجائے جس پر خواہ اس کو محبوبانہ عتاب بھی ہوجائے؛ لیکن پھر بھی مرید کو اس پر عمل کرنے سے نفع ہی ہوگا؛ کیوں کہ نفع دینے والے تو حق تعالیٰ ہیں، جب وہ طالب کی طلبِ صادق کو دیکھتے ہیں اور اس کو اپنے ولی کی اطاعت میں پختہ دیکھتے ہیں تو اس کے حال پر کرم فرمادیتے ہیں چاہے شیخ سے غلطی ہی ہو۔ اس راستے میں اطاعت وانقیاد بڑی چیز ہے، اطاعتِ شیخ کے ساتھ کسی کو محروم ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، اور خود رائی کے ساتھ کسی کو کامیاب ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (انفاسِ عیسیٰ ۱/ ۶۰)

پیری مریدی کا ثبوت

سوال (۵): اہلِ تصوف کا یہ دعویٰ ہے کہ پیری مریدی ہر دَور میں ضروری ہے، اس کے بغیر چارۂ کار نہیں، اگر یہی بات ہے تو پھر بالترتیب قرآن اور احادیث میں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کا صریح ثبوت کیوں نہیں ملتا؟ کہ قیامت تک کے لیے پوری امت کے حق میں ایک مستقل منہج طے ہوجائے، اور امت آپسی اختلاف کا شکار ہونے سے بچ جائے۔

جواب (۵): آپ نے یہ جو تحریر فرمایا کہ ’’پیری مریدی کا ثبوت قرآن اور احادیث اور خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں نہیں ملتا‘‘؟، ایسا لگتا ہے کہ آپ نے تلاش ہی نہیں کیا؛ ورنہ اس طرح لکھنے کی نوبت نہ آتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ملاحظہ کیجیے بیعت کا ثبوت قرآنِ کریم سے.....:

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

سوال: ایک صاحب نے کہا کہ یہ پیری مریدی، جوگیوں اور بدھ مذہب والوں کا طریقہ ہے، کہ وہ ایجابی کام کم کراتے ہیں، سلبی کام زیادہ کراتے ہیں؛ بلکہ ان کے یہاں سب سلبی ہی سلبی تعلیم ہے کہ فلاں کام نہیں کرنا، بس آدمی کو عضو معطل و مفلوج بنا کر رکھ دیتے ہیں، غرض اس طریقہ میں کوئی خوبی نہیں، اور یہ کتاب وسنت سے ثابت بھی نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو اسلام کی بیعت ثابت ہے کہ وہ کافروں کو مسلمان بناتے تھے نہ یہ کہ وہ مسلمانوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ بندہ اس کا جواب نہیں دے سکا، مرید ہونے کا فائدہ خود کو تو محسوس ہو رہا ہے؛ لیکن ان صاحب کا جواب دینے کے لیے اپنے پاس سامان نہیں، جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً: ان صاحب سے عرض کر دیں کہ وہ سورۃ الفتح پڑھیں، اس میں ارشاد ہے: "إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰه" الاٰیة. پھر چند آیات کے بعد یعنی تیسرے رکوع کے شروع میں ہے: "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" الاٰیة. یہاں مؤمنین بلکہ اعلیٰ درجہ کے صحابہؓ سے بیعت لی گئی جن میں وہ حضرات بھی ہیں جو مکۂ مکرمہ میں اسلام لا چکے تھے، اور دینِ اسلام کی خاطر بڑی تکلیفیں برداشت کر چکے تھے، اور ان کا شمار مہاجرین اولین میں ہے، اور غزوات میں حضرتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ برابر شریک رہتے تھے، یہ بیعت اسلام قبول کرنے کے لیے نہیں تھی، اسلام تو ان کو بہت پہلے سے حاصل تھا؛ بلکہ نہایت قوی تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور سورۂ ممتحنہ پڑھیں جس میں ارشاد ہے:"يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ"الاٰية. اس آیتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے چھ چیزوں پر بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے اور سب سلبی ہیں، اگر غور کریں تو سمجھ میں آئے کہ چھٹی چیز تمام ایجابات کو حاوی ہے، یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی معروف میں نافرمانی نہ کریں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرمان کی اطاعت کریں، یہ صورتاً سلب ہے اور حقیقتاً سب سے بڑا ایجاب ہے، اس کے علاوہ بعض صحابہؓ سے اور بھی کسی خاص چیز پر بیعت لینا ثابت ہے۔

بزرگانِ دین جو بیعت لیتے ہیں وہ جوگیوں اور بدھ مذہب والوں کی پیروی نہیں کرتے؛ بلکہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں، کہ چند کبائر سے صراحتاً توبہ کراتے ہیں اور ہر نافرمانی سے روک کر طاعاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آمادہ کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں صاف صاف موجود ہے: وعن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وحوله عصابة من أصحابه: "بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئا، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا أولادكم، ولا تأتوا ببهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم، ولا تعصوا في معروف؛ فمن وفىٰ منكم فأجره على الله، ومن أصاب من ذلك شيئا فعوقب به في الدنيا فهو كفارة له، ومن أصاب من ذلك شيئا ثم ستره الله في الدنيا فهو إلى الله: إن شاء عفا عنه وإن شاء عاقبه" فبايعناه على ذلك. متفق عليه. (مشكوة شريف)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مشائخِ تصوف: چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی سب کے یہاں بیعت کا طریقہ یہی ہے، اور بہت بڑی مخلوق کو اس کے ذریعہ تزکیۂ باطن ہو کر نسبتِ سلسلہ حاصل ہوتی ہے، اخلاقِ رذیلہ دور ہو کر اخلاقِ فاضلہ نصیب ہوتے ہیں۔فقط۔واللہ الموفق لما یحب ویرضی (فتاویٰ محمودیہ ۴/ ۴۰۰،۴۰۱)

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ ''بیان القرآن'' سورۂ ممتحنہ کی آیتِ بیعت ''يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا'' کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: ''(یہ آیت) بیعت کی غرض میں صریح ہے''۔

(بیان القرآن، قدسمع اللہ، جلد ۱۱/ ۱۳۴، الممتحنۃ، مسائل السلوک)

انفاسِ عیسیٰ میں ہے:

ارشاد: پیری مریدی نام ہی ہے معاہدۂ اطاعت من جانب المرید و معاہدۂ تعلیم و اصلاح من جانب الشیخ کا۔ بیعت یعنی ہاتھ میں ہاتھ دینا نہ مقصود ہے نہ کسی مقصود کا موقوف علیہ، صرف رسمِ مشائخ ہے، اور حقیقت بیعت کی یہ ہے کہ: مرید کی طرف سے اتباع کا التزام ہو اور شیخ کی طرف سے تعلیم کا، اگر ایسا معاہدہ خواہ قولاً ہو یا حالاً (کیوں کہ معاہدہ کبھی حالیہ ہوتا ہے) تو بیعت کا تحقق ہو گیا، شیخ کا مرید کو تعلیم نہ کرنا وعدہ خلافی اور خیانت ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ ص: ۳۹،۴۰)

شیخ کی توجہ موجبِ ہدایت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت توجہ سے ابوطالب کیوں ایمان نہ لا سکے؟

سوال (٦): پیری مریدی میں یہ بات بڑے دعوے کے ساتھ کہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جاتی ہے کہ: اہل اللہ حضرات اپنی توجہات اور اپنی نظرِ کرم سے مریدین کے قلوب پر اثر اندازی کرتے رہتے ہیں، اور اس توجہ کی برکات سے مریدین کے قلوب کی اصلاح ہو جاتی ہے؛ بلکہ بسا اوقات اس توجہِ شیخ کی وجہ سے اغیار تک رشد و ہدایت اور ایمان کی توفیق سے مالا مال ہو جاتے ہیں، اگر عند الشرع یہ صحیح اور درست ہے تو سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی توجہات سے اپنے محبوب چچا ابوطالب کو ہدایت کیوں نہ دلا سکے؟ کیا معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو من جانب اللہ ایسی توجہات سے محروم رکھا گیا تھا؟ نعوذ باللہ منہ و من سوء الادب۔

جواب (٦): توجہ ایک نوع کا تصرف ہے جو بندہ کے اختیار میں نہیں، توجہ کے لیے بزرگی تو کیا اسلام بھی شرط نہیں، غیر مسلم کی توجہ بھی وقتی طور پر مؤثر ہو سکتی ہے؛ تاہم توجہ کا ثبوت قرآن و حدیث اور بزرگوں کے بے شمار واقعات سے ہے، ملاحظہ کیجیے!۔

توجہ کی اصل

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ "تفسیرِ عزیزی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی علامات و آثار میں سے سب سے پہلے جس چیز کا ظہور ہوا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے خواب تھے، جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں دیکھتے، ہو بہو عالمِ بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش آتا، اس کے بعد خلوت و گوشہ نشینی آپ کو بہت محبوب ہو گئی، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں تنہا جا کر اللہ کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ذکر میں مشغول رہتے، ایک ایک ہفتے تک کے لیے کھانے پینے کا سامان لے کر جاتے پھر جب وہ ختم ہوتا تو گھر تشریف لاتے اور مزید کھانا لے کر وہیں چلے جاتے، اس غار میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام اکثر ایک مہینے سے کم رہا، اتفاقاً کبھی مہینہ بھی ٹھہرے ہیں۔

ایک دن غار سے باہر ہاتھ منہ دھونے کے لیے آپ کھڑے تھے، اچانک جبرئیل علیہ السلام نے پکارا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوپر کی طرف دیکھا؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ نظر نہ آیا، پھر دوسری اور تیسری بار بھی یہی آواز آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیران ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے، اچانک ایک آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نورانی چہرہ انسانی شکل میں سر پر نور کا تاج سجائے اور سبز لباس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نمودار ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہنے لگا: پڑھیے! بعض روایات میں آتا ہے کہ: اس کے ہاتھ میں سبز ریشمی کپڑا تھا، اس پر کچھ لکھا ہوا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ: پڑھیے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس بزرگ نے پھر کہا: پڑھیے! اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے سے لگا کر اس زور سے بھینچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شدید تکلیف محسوس ہوئی اور پسینے سے شرابور ہوگئے، اسی طرح تین مرتبہ اس نے کیا، اور چوتھی بار اس نے بھینچنے کے بعد کہا: اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ (العلق) یہ پانچوں آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن میں بیٹھ گئیں اور یاد ہوگئیں‘‘۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائے وحی کی جو صورتِ حال بیان ہوئی اس میں چند نکات ہیں، جن کو جان لینا چاہیے‘‘۔

اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے چار نکتے تحریر فرمائے ہیں، تیسرے نکتہ کے ذیل میں لکھا ہے:

’’جبرئیل علیہ السلام سے (حکمتِ الٰہیہ نے) بھینچنے کا عمل اس لیے کرایا تاکہ جبرئیل کی تاثیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک میں انتہائی کمال کے درجے تک راسخ ہوجائے؛ اس لیے کہ کاملین کی تاثیر جس کو اہلِ طریقت توجہ کہتے ہیں اس کی چار قسمیں ہیں:

توجہ کی اقسام

(۱) تاثیرِ انعکاسی: اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی خوب عطر لگا کر مجلس میں آجائے، جس کی خوشبو اور مہک سے مجلس کے ہر آدمی کا دماغ معطر ہوجائے۔ توجہ کی قسموں میں یہ سب سے ضعیف قسم ہے؛ اس لیے کہ اس کا اثر اسی وقت تک رہتا ہے جب تک آدمی اس کامل کی صحبت و مجلس میں رہے، اس کے بعد اس کا اثر نہیں رہتا۔

(۲) تاثیرِ القائی: اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی پیالے، کٹورے میں تیل اور بتی رکھ کر ایسے شخص کے پاس آیا جس کے پاس آگ تھی، اس نے بتی میں آگ سلگا دی، وہ روشن ہوکر چراغ بن گیا، یہ تاثیر و توجہ پہلی قسم سے قوی ہوتی ہے، کہ مجلس کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہتا ہے؛ لیکن اگر کوئی صدمہ و مانع آجائے تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جاتی رہتی ہے، جیسے مذکورہ چراغ روشن تو ہوگیا؛ لیکن اچانک آندھی یا بارش آجائے تو فوراً بجھ جائے گا۔ تو یہ تاثیر نفس ولطائف کی تہذیب واصلاح نہیں کرسکتی۔

(۳) تاثیرِ اصلاحی: تاثیرِ اصلاحی یہ ہے کہ مرشد اپنی روحانی طاقت سے مرید کے باطن کی اصلاح کردے، اور لطائف جاری ہوجائیں، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دریا یا کنویں سے پانی لاکر ایک جگہ ذخیرہ کرے، اس ذخیرہ سے ایک حوض تک۔ جس میں فوّارہ ہے۔ پانی کی نالیاں بنائی گئی ہیں، وہ آدمی ان نالیوں کو کوڑے کرکٹ سے خوب اچھی طرح صاف کرکے، پوری قوت (پریشر) سے پانی چھوڑے، کہ فوّارے سے جوش وخروش کے ساتھ پانی اُبلنے لگے۔

تاثیر کی یہ قسم پہلی قسموں سے زیادہ قوی ہے کہ اس سے نفس کی اصلاح اور لطائف کی تہذیب ہو جاتی ہے؛ لیکن اس کا فیضان خزانے کی استعداد اور نالیوں کی وسعت وصفائی کی بقدر ہوتا ہے، دریا یا کنویں کی استعداد کے بقدر نہیں ہوتا؛ لیکن باوجود اس کے اگر کبھی خزانے پر ہی کوئی آفت یا فتور واقع ہوجائے تو تاثیر کے فیضان میں نقصان واقع ہوجاتا ہے۔

(۴) تاثیرِ اتحادی: تاثیرِ اتحادی یہ ہے کہ مرشدِ کامل اپنی روحانی قوت سے مرید کو اپنے ضمن میں لے کر اپنی روح کو اس کی روح کے ساتھ اس طرح ملا لے، کہ اپنی روح کے کمالات اس کی روح میں منتقل کردے۔ توجہ وتاثیر کی یہ قسم سب سے قوی تر ہے، اس میں پھر بار بار استفادہ کی حاجت باقی نہیں رہتی"۔

(تفسیرِ عزیزی، پارۂ عم، ص: ۵۵۹ تا ۵۶۳، مطبوعہ: کتب خانہ فیضِ ابرار)

حضرت تھانویؒ غارِ حراوالا واقعہ نقل فرمانے کے بعد فوائد ذکر کرتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوئے رقم طراز ہیں:

''ف: عادتِ توجہ وتصرف: یہ فرشتہ حضرت جبرئیلؑ تھے، ان کا پڑھنے کے لیے کہنا بہ ایں معنیٰ نہ تھا کہ جو پہلے سے یاد ہو وہ پڑھیے، بلکہ یہ کہنا ایسا تھا جیسے استاد بچے کے سامنے ا، ب، ت، رکھ کر کہتا ہے پڑھو! یعنی جو میں بتلاؤں گا وہ پڑھو، پھر آپ کا فرمانا کہ: میں پڑھا ہوا نہیں، یا تو اس بنا پر ہے کہ آپ کا ذہن مبارک اقرأ کے اس معنیٰ کی طرف منتقل نہیں ہوا، اور یا آپ کو قرائن سے مظنون ہوا ہو کہ کوئی ایسی چیز پڑھواویں گے جس کے اخذ وضبط کے لیے پہلے سے پڑھے لکھے ہونے کی ضرورت ہے؛ بہرحال! اس کی ضرورت تھی کہ اس قرأۃ مامور بہا کے اخذ اور تلقی کے لیے آپ کی استعداد کی تقویت وتکمیل کی جاوے، اس غرض سے فرشتہ نے آپ کو کئی بار دبایا؛ تاکہ قوت، توجہ وہمت سے آپ کے قلب میں تصرف کریں، اس طرح اس حدیث سے اس عمل کا بھی اثبات ہوتا ہے۔ (التکشف ص: ۴۳۰، ۴۳۱)

حقیقتِ تصوف

''امداد الفتاویٰ'' جلد پنجم میں حضرت تھانویؒ کا ایک رسالہ ''التعرف فی تحقیق التصرف'' کے نام سے ہے، جس کا اردو ترجمہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے کیا ہے، اس کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

حقیقتِ تصرف: اور حقیقت اس تائید کی یہ ہے کہ خاص کیفیاتِ محمودہ کا دوسرے شخص پر افاضہ کیا جاوے، جس سے اس میں آثارِ خاصہ پیدا ہو جاویں، اور یہ آثار اغراض ومقاصد کے اختلاف کی بناء پر مختلف انواع والوان کے ہوتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہیں، اوراس تائید کو اہلِ تصوف کی اصطلاح میں تصرف اورتوجہ اور ہمت اور جمعِ خواطر کہتے ہیں۔

پھر آگے عنوان ’’تنبیہات‘‘ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

تنبیہِ اول: اس بارے میں کہ یہ تصرف جس کو مشائخ استعمال کرتے ہیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے یا نہیں؟ سواس بارے میں جو کچھ مجھے ثابت ہوا وہ میں نے رسالہ ’’الطرائف والظرائف‘‘ کے حصہ دوم میں لکھ دیا ہے، اسی کا بعینہ اس جگہ نقل کردینا کافی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے: فائدہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقلِ صحیح کے ساتھ یہ منقول ہے کہ آپ نے بعض لوگوں کے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے ان کا وسوسہ جاتا رہا، اور بعض بیماروں کے بدن پر دستِ مبارک پھیرا جس سے ان کا مرض جاتا رہا، اس سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہوگیا کہ آپ نے تصرف کا استعمال فرمایا، اور کچھ زیادہ بعید نہیں کہ اس قسم کی روایات سے کوئی شخص استعمالِ تصرف کے سنت ہونے پر بھی استدلال کرنے لگے؛ لیکن جب غور سے دیکھا جاوے تو یہ استدلال تام نہیں ہے؛ کیوں کہ اس عمل کا تصرف ہونا اس کا محتاج ہے کہ نقلِ صحیح سے یہ ثابت ہو کہ آپ نے اپنی باطنی قوت کو ان آثار کے پیدا کرنے کے لیے جمع فرمایا ہو، اور یہ بات ثابت نہیں ہے؛ بلکہ یہ احتمال بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ افعال اس بنا پر کیے ہوں کہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعۂ وحی ان افعال کا ان لوگوں کے حق میں بدون جمعِ خواطر واستعمالِ تصرف نافع ومفید ہونا معلوم ہوگیا ہو، اوراس احتمال کی بنا پر یہ افعال اصطلاحی تصرف میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتے، یہی وجہ ہے کہ تمام علمائے امت نے ان واقعات کو معجزات میں شمار کیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہے، جو کہ تصرف سے بالکل جدا ہیں، اور سب سے زیادہ واضح قرینہ اس بات پر کہ ”آں حضرت ﷺ سے کبھی تصرف صادر نہیں ہوا“ یہ ہے کہ، آپ ﷺ نے ابو طالب کے قلب میں تصرف نہیں فرمایا، باوجود یہ کہ آپ ان کے ایمان لانے کے بہت زیادہ متمنی اور خواہش مند تھے، بلکہ ان کے لیے صرف دعا اور دعوت دینے پر کفایت فرمائی، اور اگر کسی وقت آپ ﷺ سے تصرف کا صدور تسلیم بھی کرلیا جاوے جب بھی اس سے فعل کا سنت اصطلاحی ہونا ثابت نہیں ہوتا؛ کیوں کہ اصطلاحی سنت ہونا اس پر موقوف ہے کہ یہ فعل معمول ہو، یہی وجہ ہے کہ کُشتی لڑنے کو سنت نہیں کہتے، حالاں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے رکانہؓ کے ساتھ کُشتی بھی کی ہے، بلکہ اگر عادت ہونا بھی ثابت ہوجاوے جب بھی سنتِ مقصودہ ہونے کا حکم نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ سنتِ عادیہ کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ عبادت بھی ہو۔

تنبیہ دوم: کیا تصرف ولایت اور بزرگی اور مقبولیت عنداللہ کی علامت ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں، جیسے دوسرے قویٰ بدنیہ اور ہاتھ پیر وغیرہ کے استعمال کا حال ہے وہی اس کا ہے جیسا کہ پہلے گذر گیا۔ (امداد الفتاویٰ ۵/ ۲۳۱ تا ۲۳۳)

حضرت تھانویؒ کی کتاب ”شریعت اور طریقت“ میں ہے:

حضرت ابی بن کعبؓ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے:

فلما رأى رسول الله ﷺ ما قد غشيني ضرب في صدري ففضت عرقا، وكأنما أنظر إلى الله خوفا. الحديث (رواه مسلم) ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب ہورہی تھی، آپ نے میرے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سینے میں ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور خوف سے میری یہ حالت ہوئی کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔

ہاتھ مارنا۔جس سے یہ حالت پیدا ہوئی ۔تصرف ہے،بعض لوگ فطرتاً صالح للتصرف ہوتے ہیں گو صاحبِ نسبت نہ ہوں، اس کا طریق صرف ہمت کا صَرف کرنا ہے، دوسرے کی بھی ہمت اگر قوی ہو تو اس سے روک سکتا ہے، طرقِ تصرف کی تحصیل صرف مَشاقی پر ہے۔

ضیاء القلوب میں ہے:

''اما ایں تصرفاتِ عجیبہ وغریبہ بدونِ حصولِ نسبتِ فناء و بقاء دست نمی دِہد، وایں معاملات از متوسطانِ سلوک اکثر واقع شوند''۔

اس ارشاد کے معنیٰ یہ ہیں کہ: یہ تصرفاتِ عجیبہ وغریبہ بدونِ حصولِ نسبتِ فناء و بقاء حاصل نہیں ہوتے، بریں معنی مشاقی یا قوتِ فطریہ کے ساتھ (نافع فی الدین ہونا) بھی شرط ہے، کیوں کہ سالک کا اصل موضوع یہی نفع فی الدین ہے۔ مراد بعض تصرفاتِ عجیبہ وغریبہ سے وہی تصرفات ہے جو سلوک کے متعلق ہے۔

توجہ وتصرف کے دو درجے

تصرف وتاثیر دو طرح ہیں: تاثیر کرنا باطنِ مرید میں، جس سے اس کو حق تعالیٰ کی طرف کشش پیدا ہو۔اور تاثیر دوسری اشیائے عالم میں، خواہ ہمت سے یا دعا سے۔

توجہ (تصرف) کے دو درجے ہیں: ایک درجہ تو غیر اختیاری ہے، وہ یہ کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دل چاہتا ہے کہ فلاں شخص میں ذوق وشوق، محبتِ حق، خوف وغیرہ پیدا ہو جائے، اس کے واسطے دعا کردے، اس کا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ دوسرا درجہ توجہ کا متعارف مصطلحہ ہے، وہ یہ کہ شیخ اپنے قلب کو سب خطرات سے خالی کر کے خاص توجہ کرتا ہے، اس میں تصور بہ قصدِ تصرف ہوتا ہے، یہ گو جائز ہے، مگر ذوقاً پسند نہیں، اور اس میں فاعل قوتِ برقیہ ہوتی ہے، جو انسان کے اندر ودیعت رکھی گئی ہے جیسا کہ زمین میں بھی یہ قوت بہت ہے، نظر لگنے میں بھی اسی کا اثر ہوتا ہے، مسمریزم اور توجہِ متعارف کا منشاء وماخذ ایک ہے، ایک بری جگہ صَرف ہوتا ہے اور ایک اچھی جگہ، صرف اتنا ہی فرق ہے، اور یہ مشق پر موقوف ہے، اس لیے مشق کی جاتی ہے کہ دوسروں پر نسبت کا القا کریں گے۔ بعض مشائخ کے یہاں اس سے بہت کام لیا جاتا ہے؛ مگر اس کا نفع باقی نہیں رہتا، طالب کیفیت کو نفع سمجھ کر اس کو کافی جانتا ہے؛ اس لیے کام چھوڑ دیتا ہے۔ اس میں چند خلجان ہیں: اول تو سنت میں منقول نہیں، دوسرے اس سے اکثر کو کام میں سستی ہونے لگتی ہے، خود دوسرے پر اثر پڑے اس کا مضائقہ نہیں، باقی خود توجہ کرنے میں تو اس وقت قلب میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ مطلق نہیں رہتی۔ اگر یہ کہا جائے کہ یوں معمولی بات چیت میں بھی توجہ الی اللہ نہیں ہوتی، تو جواب یہ ہے کہ یہ اس سے اشد ہے؛ کیوں کہ اس میں قلب کو قصداً خالی کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹانا غیرت کی بات معلوم ہوتی ہے، حلقۂ متعارف میں یہی ہوتا ہے۔ بس مسنون طریقہ اصلاح کا وعظ، نصیحت، دعا ہے۔ اور توجہِ تام حق تعالیٰ کا حق ہے؛ البتہ اس کے کچھ آداب ہیں: ایک یہ کہ غرض اور طریق مباح ہو۔ دوسرے یہ کہ ظاہراً یا باطناً اس پر عجب نہ ہو، اور اس کی اچھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تدبیر یہ ہے کہ اس کو مقرون بالدعا کر دیا جائے، جیسا حدیث شریف میں دعا بھی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس میں زیادہ اشتغال نہ کرے کہ فاعل و منفعل دونوں کے لیے کثرت میں فتنہ ہے؛ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بکثرت منقول نہیں جیسا بعض نے اختیار کیا ہے، اور فتن اس کے مشاہد ہیں، ان میں اعظم یہ ہے کہ عموماً اس کو کمال سمجھنے لگتے ہیں، حالاں کہ یہ عمل محض ضرورت کے لیے ہے۔ والضروری یتقدر بقدر الضرورۃ (ضروری چیز پر بقدرِ ضرورت اکتفا کیا جاتا ہے)، بعض اکابر نے تصریح کی ہے کہ جب مرید میں کوئی ذکر اثر نہ کرے تب پیر توجہ سے کام لے، وجہ اس کی وہی "تقدر بقدر الضرورۃ" (اکتفا بقدرِ ضرورت) ہے۔

بعضے ناواقف غلطی سے یوں سمجھتے ہیں کہ فیض پہنچانا شیوخ کے قبضہ و اختیار میں ہوتا ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں "إِنَّكَ لَا تَهْدِي" الخ مروی ہے کہ، وہ فرماتے ہیں کہ: یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں نازل ہوئی ہے کہ، آپ اپنے چچا ابو طالب کو اسلام کی ترغیب دے رہے تھے (اور وہ نہ مانتے تھے)۔ اس حدیث سے اس غلطی کی پوری اصلاح ہوتی ہے کہ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں نہ ہوا تو اوروں میں تو اِس کا کب احتمال ہے!۔ اور جب نفعِ دینی۔ جو اصل کام شیخ کا ہے۔ مستقلاً خارج از اختیار ہے تو نفع دنیوی تو بدرجۂ اولیٰ استقلالاً اختیار میں نہ ہوگا۔ بہت سے جہلاء اس میں بھی گرفتار ہیں کہ۔ نعوذ باللہ۔ اہل اللہ کو ساری خدائی کا مالک سمجھتے ہیں، بدلالۃ النص اس کی بھی اصلاح ہوگئی۔

(شریعت اور طریقت ص: ۳۶۱ تا ۳۶۴)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

توجہ سے وقتی اثر ہوتا ہے

پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ توجہ کے ذریعہ جو اثر پیدا ہوتا ہے وہ وقتی ہوتا ہے، دیر پا نہیں ہوتا۔

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے:

''اگر یہ خیال ہو کہ بعض بزرگ کی توجہ سے بڑے بڑے بدکاروں کی خود بخود اصلاح ہوگئی ہے تو یہ ایک قسم کا تصرف ہے، اور ایسا تصرف نہ اختیاری ہے نہ بزرگی کے لیے لازم ہے، بہت سے بزرگوں میں تصرف مطلق نہیں ہوتا، نیز تصرف کے اثر کو بقاء نہیں ہوتا، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص تنور کے پاس بیٹھ گیا تو جب تک وہاں بیٹھا ہوا ہے تمام بدن گرم ہے؛ مگر جیسے ہی وہاں سے ہٹا پھر ٹھنڈا کا ٹھنڈا، بخلاف اس کے جو ہمت اور اعمال کے ذریعہ سے اثر ہوتا ہے وہ باقی رہتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کشتۂ طلا کھا کر اپنے اندر حرارت غریزی پیدا کر لی ہو، تو اگر وہ شملہ پہاڑ پر بھی چلا جائے گا تب بھی وہ حرارت بدستور باقی رہے گی''۔ (انفاسِ عیسیٰ ۱/ ۱۴،۱۵)

مذکورہ ملفوظ سے معلوم ہوا کہ توجہ کے ذریعہ کسی کو راہِ راست پر لانا بندہ کے اختیار میں نہیں، جس طرح ہدایت دینا کسی بندہ کے اختیار میں نہیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو ہی توجہ مفید و مؤثر ہو سکتی ہے۔ ''إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ''(القصص:۵۶) ترجمہ: (اے پیغمبر!) حقیقت یہ ہے کہ تم جس کو خود چاہو، ہدایت تک نہیں پہنچا سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہے، ہدایت تک پہنچا دیتا ہے، اور ہدایت قبول کرنے والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن ۲/ ۱۱۸۷)

لہٰذا آپ کا یہ اشکال کہ ”شیخ کی توجہ رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ اپنے محبوب چچا کو کیوں ہدایت نہ دلا سکی“ بے جا ہے، آپ کے لکھنے کے مطابق اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر توجہ مفیدِ ہدایت تسلیم کر لی جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس جس فردِ بشر کی طرف متوجہ ہوں اس کا مسلمان ہو جانا ضروری ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہی پوری انسانیت کی ہدایت کے لیے ہوئی تھی، آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء اور چاہت یہی تھی کہ ہر شخص دولتِ ایمان سے مالا مال ہو جائے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا کہ کفار کے ایمان نہ لانے پر اتنا افسوس نہ کریں کہ آپ اپنی جان کو گھلا بیٹھیں۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا. (الکہف) ترجمہ: اب (اے پیغمبر!) اگر لوگ (قرآن کی) اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ایسا لگتا ہے جیسے تم افسوس کر کر کے ان کے پیچھے اپنی جان کو گھلا بیٹھو گے۔ (آسان ترجمۂ قرآن ۲/ ۸۹۲)

بعض کفار (جیسے ابوجہل) کا نام لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت کی دعا کی تھی، پھر بھی اسے ہدایت نصیب نہ ہوئی۔ ظاہری بات ہے نام لے کر دعا کرنا گویا پورے طور پر ان کی طرف توجہ مبذول کرنا ہے۔

توجہ مؤثر نہ ہونے کی وجہ انکار ہے

بعض مرتبہ توجہ دینے والا شیخ تو کامل ہوتا ہے؛ لیکن مرید میں ارادۃ و

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عقیدت نہیں ہوتی؛ بلکہ انکار ہوتا ہے، ایسی صورت میں کامل شیخ کی توجہ بھی غیر مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ کے اس موضوع پر دو رسالے ''عاقبۃ الانکار'' اور ''اعتقاد و انکار'' ''تالیفاتِ مصلح الامت'' نامی کتاب میں موجود ہیں، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

ایک واقعہ

بخاری شریف کی شرح ''بهجة النفوس'' میں بعض محققین سے منقول ہے: وهی هذه:

حكى عن بعض الفضلاء المحققين: انه اتاه شخص يريد السلوك، فادخله للخلوة وتركه اياماً، ثم دخل عليه وقاله: كيف تري صورتي عندك؟ فقال: صورة خنزير، فقال الشيخ: صدقت، ثم تركه فى خلوته اياماً، ثم دخل عليه و سأله مثل الاولىٰ، فقال له: صورة كلب، ثم كذلك، الى ان قال له: صورة القمر ليلة كماله، فقال له: صدقت الاٰن، كمل حالك، و حينئذ اخرجه من الخلوة. (بهجة النفوس ۱/۸۴)

بعض مشائخِ محققین کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس کوئی شخص سلوک کے ارادے سے آیا، شیخ نے اس کو خلوت میں رہنے کا حکم فرمایا اور اس کو اسی حال پر کچھ دنوں رکھا، پھر (ایک دن شیخ) اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ: اپنے نزدیک میری صورت کیسی پاتے ہو؟ اس نے کہا: جیسے سور کی، شیخ نے کہا: ٹھیک کہتے ہو، اور بدستور اس کو خلوت میں رکھا، پھر کچھ دنوں کے بعد اس کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پاس گئے اور وہی پہلا سوال کیا (یعنی مجھ کو کیسا دیکھتے ہو؟) اس نے جواب دیا کہ: آپ (اب) مجھے کتے کی شکل میں نظر آرہے ہیں، الغرض! اسی طرح شیخ اس سے وقتاً فوقتاً دریافت فرماتے رہے، اور وہ ہر بار مختلف جواب دیتا رہا، یہاں تک کہ اس نے آخر میں یہ کہا کہ: میں آپ کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا چودھویں رات کا چاند۔ شیخ نے یہ سن کر فرمایا: ہاں! اب تمہارا حال درست ہوا ہے، اور پھر اس کو خلوت سے باہر نکلنے کا حکم فرمادیا۔

دیکھیے! اس حکایت سے معلوم ہوا کہ مرید کو اپنی ہی شکل شیخ کے آئینہ میں نظر آتی ہے، وہ بزرگ تو اول دن سے بدرِ کامل تھے؛ مگر یہ سب تطورات (تبدیلیاں) اس مرید ہی کے تھے، جنہیں وہ شیخ کی جانب منسوب کررہا تھا، جوں جوں اس کی اصلاح ہوتی گئی وہ حقیقت سے قریب تر ہوتا گیا۔

نیز مشائخ کے علاوہ آج بڑے بڑے علما وفضلا، فقہا اور محدثین موجود ہیں، اور ان کے پاس بھی ایک جماعت استفادہ اور استفاضہ کی غرض سے جمع رہتی ہے، تو کیا ان کے پاس رہنے والوں میں سے ہر ایک فاضل وکامل ہی ہوکر نکلتا ہے؟ مشاہدہ تو یہ ہے کہ ان فارغین میں سے کثرت سے نہ صرف قلیل وناقص الاستعداد ؛ بلکہ فاقد الاستعداد ہی ہوتے ہیں؛ یہاں تک کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج علما کی جگہ جاہلوں نے لے لی ہے، اور الّا ماشاء اللہ کوئی ہی کوئی ان میں سے کام کا ہوتا ہے، جب علومِ ظاہر میں یہ امر مشاہد ہے تو کیا یہاں یہ کہنا صحیح ہے کہ دراصل وہ فضلا و محدثین ہی ناقص ہیں؟ یا یہ کہا جاتا ہے کہ ان کا علم وفضل تو اپنی جگہ پر مسلم ہے، یہ خامی اور کوتاہی پڑھنے والوں کی جانب سے ہے، کہ انہوں نے ایسے علما وفضلا کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پا کر بھی کچھ سیکھا نہیں ۔ جب یہاں یہ بات ہے اور سب کو تسلیم بھی ہے کہ بیشک علما کا کوئی قصور نہیں، تو پھر باطن کے معاملہ میں مشائخ ہی کیوں مورد ِالزام ٹھہرائے جاتے ہیں، اور یہاں بھی یہی کیوں نہیں سمجھ لیا جاتا کہ شاید مرید ہی کا قصور ہو، جس کی وجہ سے ان کو نفع نہیں ہوتا اور شیخ اپنی جگہ پر کامل و مکمل سب کچھ ہے!!!۔

کیا کسی شیخ کے کامل ہونے کے شرائط میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کے سب کے سب مریدین کامل ہو؟ یہ تو واقع کے بھی بالکل خلاف ہے؛ کیوں کہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شیخ کامل ہو؛ لیکن اس کے پاس آنے جانے والے اپنی خرابیوں کے سبب اس کے فیض سے محروم ہوں ۔ دیکھیے اکمل الکاملین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانۂ مبارک اور آپ کی صحبت پانے کے باوجود ابوجہل اور ابولہب جیسے لوگ محروم ہی رہے، علیٰ ھذا منافقین بھی محروم رہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استفادہ کے لیے شرائط ہیں، اور مستفید میں بھی ان کا ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مفید میں ۔ اور باطن تو بہت ہی زیادہ نازک چیز ہے، پس اس کی شرائط بھی بہت نازک ہیں، باطنی فائدہ کے لیے ضروری ہے کہ، پہلے اپنے اندر اس کی شرائط کی تحصیل کرے، اور اس کے موانع کو مرتفع کرے، تنہا شیخ ہی کامل ہوکر کیا کر لے گا! اس کے لیے طالب کا بھی تو صادق و مخلص ہونا ضروری ہے، اب اگر کوئی ان حضرات سے طریق کی شرائط کے ماتحت سیکھے ہی نہیں تو پھر اس میں ان کا کیا قصور؟ ۔ (تالیفاتِ مصلح الامت ۱/ ۳۹ تا ۴۱)

خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات میں ہے: ”شیخِ کامل کی توجہ ایسی چیز ہے کہ اگر ظلمات و کدورات کے پہاڑ کے پہاڑ ہر طرف سے نمودار ہو جائیں، تو ان کو بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مریدِ صادق سے دفع کر کے اس کے باطن کی تطہیر کر سکتی ہے، اسی طرح سے شیخ کی یہ توجہ سالک کے لیے حالتِ قبض میں بھی مفید ہے، چناں چہ بہت جلد اس میں بسط پیدا کر کے ترقی کا راستہ اس پر کھول سکتی ہے"۔

حاصلِ کلام یہ کہ مدارِ کار وہ صحبت اور وہ توجہ ہے جو کہ محبت یعنی عقیدت اور سپردگی کے ساتھ جمع ہو جائے، یعنی سالک کی جانب سے محبت اور حوالگی ہو اور شیخ کی جانب سے توجہ۔ چناں چہ تنہا محبت بدونِ توجہِ شیخ کے بھی رہبر بن سکتی ہے یعنی نافع ہو سکتی ہے؛ اور ترقی دے سکتی ہے؛ مگر محض توجہِ شیخ بدونِ محبتِ طالب کے کچھ زیادہ نفع بخش نہیں۔ (تالیفاتِ مصلح الامت ۴ / ۱۵۳، ۱۵۴)

مکتوبات خواجہ محمد معصوم میں ہے:

وہ خط جو تم نے بھیجا تھا، پہنچا، خوش وقت کیا۔ تم نے اپنے لیے اور اپنے مریدوں کے لیے توجہات کی درخواست کی تھی، کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اَور زیادہ توجہ کی جائے گی؛ لیکن اتنا جان لینا ضروری ہے کہ مدارِ کار "رابطۂ معنوی" پر ہے، جس کو دوسرے لفظوں میں محبت و اعتقاد اور تسلیم سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مسترشد کا اپنے مرشد سے جتنا یہ رابطہ قوی ہو گا، باطنِ شیخ سے اخذِ فیوض و برکات اسی قدر زیادہ کر سکتا ہے۔ محبتِ خالص اور رابطۂ معنوی کا ہونا ایک قطبِ کامل کے باطن سے اخذِ برکات کرنے کے لیے کافی ہے، چاہے توجہ نہ بھی ہو۔ بے محبت و رابطۂ معنوی، محض توجہ بہت کم مؤثر ہوتی ہے۔ تاثیرِ توجہ کے لیے محل درکار ہے۔ ہاں وہ توجہ جو رابطۂ مذکورہ کے ساتھ جمع ہو نور علی نور ہو جائے گی، (الغرض) دار و مدار، قوتِ رابطہ اور اتباعِ سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے، اگر کوئی شخص

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ان دو باتوں میں رسوخ اور پختگی رکھتا ہے، اس کو غم نہیں۔ اس کے انجام کو رائگاں اور اس شخص کو کمالاتِ اکابر سے محروم نہیں کریں گے؛ اور اگر ان دو باتوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل واقع ہو گا تو خطر در خطر ہے، چاہے کتنی ہی ریاضت کرے۔ (مکتوباتِ خواجہ محمد معصوم ص:١٠٢)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل توجہ اپنے محبوب چچا ابو طالب کے بارے میں مؤثر نہ ہونے کی وجہ ان کا انکار تھا، یہ انکار صرف دل میں نہیں؛ بلکہ زبان سے بھی ظاہر ہوا۔ چناں چہ مسند احمد اور بخاری اور مسلم اور نسائی میں ہے کہ: جب ابو طالب مرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے پاس آئے، ابوجہل اور عبد اللہ ابن ابی امیہ بھی وہاں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! تم ایک مرتبہ لا الہ الا اللّٰہ کہہ لو؛ تاکہ خدا کے سامنے تمہاری شفاعت اور سفارش کے لیے مجھ کو ایک حجت اور دلیل مل جائے۔ ابوجہل اور عبد اللہ ابن امیہ نے کہا: اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کی ملت کو چھوڑتے ہو؟ ابو طالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، اور آخری کلمہ جو اُن کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا: ”علی ملة عبد المطلب“ یعنی عبد المطلب کے دین پر ہوں۔

(سیرۃ المصطفیٰ ١/٢٨٠، ٢٨١)

منکر پر توجہ مؤثر نہ ہونے کی وجہ

منکر پر توجہ کا اثر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں احتیاج نہیں ہوتا، دلالتِ حال سے وہ اپنے کمال کا مدعی ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

''توجہ کا اثر اس پر ہوتا ہے جو اپنے آپ کو محتاجِ اثر سمجھتا ہو، اور اپنے کمال کا مدعی نہ ہو، عوام پر توجہ کا اثر ہوتا ہے اور خواص پر نہیں ؛ کیوں کہ ان میں احتیاج و طلب ہی نہیں، وہ تو خود اس کے مدعی ہیں کہ دوسرے ہمارے محتاج ہیں''۔(انفاسِ عیسیٰ ۱/۴۹)

قلبِ مرید پر فیضان بہ واسطۂ شیخ کیوں؟

سوال (۷): پیری مریدی میں مراقبہ وغیرہ میں یہ تصور کروایا جاتا ہے کہ اللہ کی رحمت اور فیضانِ خداوندی میرے شیخ کے قلبِ مبارک پر، اور وہاں سے میرے (مرید) کے قلب پر نازل ہوتا ہے۔کیا اس طرح کا عقیدہ درست ہے؟ اور کیا یہ فیضانِ خداوندی من جانب اللہ بلا واسطۂ قلبِ شیخ، قلبِ مرید پر نازل نہیں ہوسکتی؟

جواب (۷): خواجہ محمد معصومؒ اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اے بھائی! دنیا میں کسی کی طرف رجوع ہونے اور کسی پر اعتماد کرنے کا باعث یا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ مربی ہے، اور ''تربیتِ صوری و معنوی'' اس کے ساتھ وابستہ ہے (اب غور کرو) ''قل اعوذ برب الناس'' کی رو سے مربیٔ حقیقی حق تعالیٰ ہی ہے، اور تربیتِ ظاہر و باطن حقیقۃً اس کے ساتھ ہی مربوط ہے، پیر، استاد اور مادر و پدر سے بموافقِ شریعت جو رجوع و تواضع کا معاملہ کیا جاتا ہے وہ اس لیے ہے کہ یہ لوگ بحکمِ الٰہی، مربی ہیں، چوں کہ یہ تواضع حکمِ خداوندی کی بنا پر ہے، اس لیے اس کو بھی فی الحقیقت خدا ہی کی طرف رجوع و تواضع قرار دیا جائے گا''۔

(مکتوباتِ خواجہ محمد معصوم، مکتوب نمبر ۷۹، ص ۱۲۶)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لہٰذا سوال میں ذکر کردہ تصور جائز ہے، جو فی الحقیقت رجوع والتفات الی اللہ کی ایک صورت ہے۔

''امداد السلوک'' میں ہے:

''شیخ کا قلب مثل دروازہ کے ہے جو عالمِ غیب سے کھول دیا جاتا ہے، (پس دروازہ سے آنے والی شئ درحقیقت عالمِ غیب سے آرہی ہے)، اور حق تعالیٰ کے فیوض کی امداد جو ہر لحظہ مرید تک پہنچتی ہے وہ شیخ ہی کے واسطہ سے پہنچتی ہے''۔ (امداد السلوک ص: ۱۳۳)

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

''ربطِ قلب بالشیخ کے معنی یہ ہیں کہ قلب کو اپنے شیخ کی طرف متوجہ کردے، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضان شیخ کے قلب پر ہورہا ہے، اور ان کے واسطے سے میرے قلب پر ہورہا ہے، جس طرح حسی چیزیں باپ سے بیٹے کو ملتی ہیں کہ وہ روپیہ بھی دیتا ہے، کپڑا بھی دیتا ہے، کھانا بھی اس کے لیے لاتا ہے، مٹھائی بھی لاتا ہے، حالاں کہ حقیقت میں باپ کے پاس بھی یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی آتی ہیں، اسی طرح معنوی چیزیں بھی طالب کے قلب پر اس کے شیخ کی طرف سے وارد ہوتی ہیں، اس کو محسوس ہوتا ہے کہ شیخ کے قلب سے یہ چیز آرہی ہے، ظاہری چیزیں بھی بغیر واسطے کے نہیں آتی ہیں، روٹی پکی پکائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجاوے یہ نہیں، کچھ ایسا ہی قصہ یہاں بھی ہے۔ (ملفوظاتِ فقیہ الامت ۶/ ۵۰)

حضراتِ صوفیہ کے یہاں ربطِ قلب بالشیخ کو ''صَرفِ ہمت'' کہتے ہیں، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرید کے دل میں مختلف قسم کے وساوس اور خیالات کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

منقطع کرنے کے لیے شیخ مرید کو ایک طرف متوجہ کر دیتا ہے، اور یہ چیز ایک دم حاصل نہیں ہوتی، آہستہ آہستہ کئی سال بعد حاصل ہوتی ہے۔

آتے آتے آئے گا ان کا خیال	جاتے جاتے بے خیالی جائے گی

اور شیخ کے قلب سے استفادہ کے لیے حاضری بھی ضروری نہیں؛ غائبانہ بھی یہ فیض پہنچ سکتا ہے۔ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ: میرا دل چاہتا ہے کہ چند روز حضرت کی خدمت میں رہوں، حضرت نے فرمایا: تم کو مجھ سے کچھ حاصل کرنے کے لیے یہاں آنے کی کچھ ضرورت نہیں، دور نزدیک سب برابر ہے، جو فائدہ یہاں آ کر ہو سکتا ہے وہی فائدہ وہاں بیٹھے بیٹھے ہوگا''۔

(ملفوظاتِ فقیہ الامت ۷ / ۶۳)

رہا آپ کا یہ کہنا کہ: ''کیا یہ فیضانِ خداوندی من جانب اللہ بلا واسطۂ قلبِ شیخ، قلبِ مرید پر نازل نہیں ہو سکتا''؟ یقیناً ایسا ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اسباب سے جوڑ رکھا ہے، شیخ کا واسطہ سبب کے درجہ میں ہے، یہ اشکال تو تعلیم و تربیت کے تمام امور بلکہ ہر چیز میں ہو سکتا ہے، طالبِ علم استاد سے علم حاصل کرتا ہے تو بلا استاد علم حاصل نہیں ہو سکتا؟ تبلیغی احباب اپنی اصلاح کے لیے وقت لگاتے ہیں اور بستی بستی اپنے کندھوں پر بستر اُٹھائے پھرتے ہیں، کیا اس مشقت کے بغیر گھر بیٹھے بیٹھے اصلاح نہیں ہو سکتی؟ وقس علی هذا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

متعدِّد شیوخ سے بیعت کی ممانعت

سوال (۸): جب تمام شیوخ اور مرشدین اللہ تعالیٰ کے مقربین ہیں، تو یہ کیسا اصول ہے کہ ایک شیخ سے بیعت ہونے کے بعد اس شیخ کی حیاتِ مبارکہ میں دوسرے کسی شیخ سے بیعت نہیں کر سکتے، ورنہ نقصان ہوگا؟ اور یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ اس سے کیا نقصان ہوسکتا ہے؟

جواب (۸): آپ نے جو اعتراض کیا کہ ''یہ کیسا اصول ہے'' الخ حیرت ہے! کہ جسمانی معالج کے بارے میں آپ کو یہ اشکال نہ ہوا تو پھر روحانی معالج کے بارے میں کیسے کہہ دیا کہ: یہ کیسا اصول ہے؟۔

تمام اطبا اور ڈاکٹروں کا مسلمہ اصول ہے کہ: جسمانی علاج کے دوران ایک ہی طبیب وڈاکٹر کی ہدایات پر چلنے اور عمل کرنے میں مریض کے لیے شفایابی کی ضمانت ہے، ایک ڈاکٹر کا علاج جاری ہو اس دوران دوسرے ڈاکٹر سے علاج کرانا اپنے آپ کو موت کی گھاٹ اتار دینے کے مترادف ہے، حالاں کہ یہ تمام اطبا اور ڈاکٹر اپنے فن میں کامل ہیں، اسی طرح روحانی معالج (شیخ) کا حال ہے کہ ایک شیخ سے فائدہ پہنچ رہا ہے، اصلاح ہو رہی ہے، پھر بھی دوسرے شیخ سے بلاوجہ بیعت کرنا پہلے شیخ کے تکدر کا سبب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

فاعلم ان تكرار البيعة....من الشخصين، فان كان بظهور خلل في من بايعه فلا بأس، و كذلك بعد موته او غيبته المنقطعة؛ و اما بلا عذر فانه

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

يشبه المتلاعب ويذهب البركة، ويصرف قلوب الشيوخ عن تعهده.

ترجمہ: معلوم کر کہ دو پیروں سے تکرارِ بیعت کرنا، سوا گر بسببِ ظہورِ خلل کے ہواس پیر میں جس سے بیعت کر چکا ہے، تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اسی طرح (حکم ہے) اس کی موت کے بعد یا اس کی غیبتِ منقطعہ کے بعد، کہ اس کی ملاقات کی توقع باقی نہ رہی ہو؛ اور بلا عذر دوسرے مرشد سے بیعت کرنا مشابہ ہے کھیل کے، اور ہر جگہ بیعت کرنا برکت کھوتا ہے، اور مرشدوں کے دلوں کو اس کی تعلیم اور تہذیب سے پھیرتا ہے۔ (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ۲۰)

امداد الفتاویٰ میں ہے:

(سوال) ایک پیر متبعِ سنت صاحبِ فیض سے بیعت کرنے کے بعد بحالتِ حیات اسی متبعِ شریعت صاحبِ فیض کے علاوہ دوسرے سے بیعت کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) معصیت تو نہیں؛ لیکن موجبِ بے برکتی اور احیاناً سببِ تاذیِ شیخِ اول ہے، اور اس تاذی کا افضاء الی المعصیۃ (ہونا) بواسطۂ اسبابِ اختیاریہ کے ممکن ہے، گو لازم نہیں، بہر حال محلِ خطر ہوا۔

ونظير نفي المعصية واثبات الاذية وافضاءها الى بعض المضار الدينية احياناً رواه مسلم في قصة خطبة علي رضي الله عنه بنت ابي جهل على فاطمة رضي الله عنها من قول عليه السلام: إني لست أحرم حلالا ولا أحل حراما. وقول عليه السلام: إلا أن يحب ابن أبي طالب أن يطلق ابنتي وينكح ابنتهم، فإنما ابنتي بضعة مني يريبني ما رابها ويؤذيني ما آذاها. [باب مناقب فاطمة] (امداد الفتاویٰ ۵/ ۲۱۸)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت تھانویؒ کی مشہور کتاب ''شریعت وطریقت'' میں ہے:

''[٦] اگر کوئی شخص ایک شیخ کی خدمت میں خوش اعتقادی کے ساتھ ایک معتد بہ مدت تک رہے؛ مگر اس کی صحبت میں کچھ تاثیر نہ پائے تو اسے چاہیے کہ دوسری جگہ اپنا مقصود تلاش کرے؛ کیونکہ مقصود خدا تعالیٰ ہے نہ کہ شیخ، لیکن شیخِ اول سے بد اعتقاد نہ ہو، ممکن ہے کہ وہ کامل مکمل ہو؛ مگر اس کا حصہ وہاں نہ تھا، اسی طرح اگر شیخ کا انتقال قبل حصولِ مقصود کے ہو جائے یا ملاقات کی امید نہ ہو جب بھی دوسری جگہ تلاش کرے، اور یہ خیال نہ کرے کہ قبر سے فیض لینا کافی ہے، دوسرے شیخ کی کیا ضرورت ہے؛ کیوں کہ قبر سے فیضِ تعلیم نہیں ہوسکتا؛ البتہ صاحبِ نسبت کو احوال کی ترقی ہوتی ہے، سو یہ شخص تو ابھی محتاجِ تعلیم ہے؛ ورنہ کسی کو بھی بیعت کی ضرورت نہ ہوتی، لاکھوں قبریں کاملین بلکہ انبیاء کی موجود ہیں، اور بلا ضرورت محض ہوسنا کی سے کئی کئی جگہ بیعت کرنا بہت بُرا ہے، اس سے بیعت کی برکت جاتی رہتی ہے، اور شیخ کا قلب مکدر ہو جاتا ہے، اور نسبت قطع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اور ہرجائی مشہور ہو جاتا ہے''۔ (شریعت اور طریقت ص: ۴۹۰،۴۹۱)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اگر ایک شخص سے کوئی مرید ہوا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ پیر بدعتی ہے، اور کسی وجہ سے قابل بیعت کرنے کے نہیں ہے، تو اس کی بیعت کا فسخ کرنا واجب ہے، اگر بیعت کو فسخ نہ کرے گا تو گنہ گار ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے: ''المرء مع من أحب'' سو اگر بدعتی سے محبت کرے گا اس کے ہی ساتھ ہو جائے گا، اور بدعتی سے محبت حرام ہے، اور جو وہ پیر قابل بیعت کے ہے؛ مگر مرید کو اس سے فائدہ نہیں ہوتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تو بھی دوسرے پیر سے مرید ہو جانا درست ہے؛ مگر پہلے پیر سے بھی اعتقاد رکھے، اور جو پہلے پیر سے باوجود فائدہ ہونے کے بیعت فسخ کرے اور دوسرے سے مرید ہو جاوے تو بھی گناہ نہیں، پیری مریدی دوستی ہے، آدمی جس سے چاہے دوستی دین کی کر لیوے، اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں؛ مگر ہاں اچھے پیر اہلِ سنت کو چھوڑنا بلا وجہ اچھا نہیں، کہ ایسے مرید پر مشائخ التفات نہیں کرتے؛ لہٰذا اس کو فائدہ نہیں ہووے گا، ورنہ کوئی گناہ کی بات نہیں۔ یہ سب کتبِ تصوف میں مشائخِ صوفیا نے لکھا ہے''۔ (تالیفاتِ رشیدیہ ص: ۲۰۳)

آپ نے لکھا ہے: ''کیا نقصان ہو سکتا ہے؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ: شیخ کے تکدر وایذا کا سبب ہے، اور راہِ سلوک میں شیخ کا تکدر بہت بڑا نقصان ہے، ایسا موذی محروم رہتا ہے۔ اللهم احفظنا منه.

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنے ایک گرامی نامہ بنام شاہ معین الدین احمد ندویؒ میں تحریر فرماتے ہیں:

''جناب کے متعلق میرا دوسرا مشورہ یہ ہے کہ کسی سے بھی بیعت کے سلسلہ میں جلدی نہ فرمائیں، پہلے اچھی طرح سے موانست پیدا فرمالیں، پھر طبیعت کا میلان ہو تو جیسی رائے ہو؛ اس لیے کہ بیعت کے بعد شیخ سے انقباض یا شیخ کے دل میں انقباض ترقی سے مانع ہوا کرتا ہے''۔ (تربیت السالکین ص: ۲۵۰)

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''مشائخِ سلوک کے یہاں شیخ پر اعتراض اور اس سے انحراف بسا اوقات نقصان کے اعتبار سے گناہِ کبیرہ سے بھی بڑھ جاتا ہے، گو معصیت کے اعتبار سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

گناہ کے برابر نہ ہو؛ لیکن شیخ سے انتفاع کے اعتبار سے وہ گناہ سے بڑھ جاتا ہے۔۔۔فقط"۔ محمد زکریا (ایضاً، ص: ۵۷۰)

صوفیا کے مجاہدے رہبانیت نہیں

سوال (۹): اہل اللہ حضرات اور شیوخ اپنے مریدین کو قلتِ طعام، قلتِ منام اور قلتِ تعلق مع الخلق جیسے نفس کے خلاف مجاہدات اور ریاضات کرواتے ہیں، نیز تنہائی میں ذکرِ جہری وخفی باللسان والقلب کرواتے ہیں۔ کیا یہ سب رہبانیت کے دائرے میں آکر ممنوع نہیں ہوسکتا؟ اگر جواب نفی میں ہے تو وجہِ فرق بیان فرمائیں۔

جواب (۹): آپ کے اندازِ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے رہبانیت کو مطلقاً ممنوع سمجھ رکھا ہے، حالانکہ ایسا نہیں، اس میں تفصیل ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

سورۂ حدید میں ہے: "وَرَهْبَانِيَّةَ نِابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا" ترجمہ: اور جہاں تک رہبانیت کا تعلق ہے وہ انہوں نے (یعنی عیسائیوں نے) خود ایجاد کرلی تھی، ہم نے اس کو ان کے ذمہ واجب نہیں کیا تھا؛ لیکن انہوں نے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہی، پھر اس کی ویسی رعایت نہ کرسکے جیسے اس کا حق تھا۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

رہبانیت کی تشریح

آیتِ بالا کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رقم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

طراز ہیں:

"وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوهَا: رہبانیت، رہبان کی طرف منسوب ہے، راہب اور رہبان کے معنیٰ ہیں: ڈرنے والا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب بنی اسرائیل میں فسق و فجور عام ہوگیا، خصوصاً ملوک اور رؤسا نے احکامِ انجیل سے کھلی بغاوت شروع کر دی، ان میں جو کچھ علما و صلحا تھے انہوں نے اس بدعملی سے روکا تو ان کو قتل کر دیا گیا، جو کچھ بچ رہے انہوں نے دیکھا کہ اب منع کرنے اور مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں، اگر ہم ان لوگوں میں مِل جُل کر رہے تو ہمارا دین بھی برباد ہوگا؛ اس لیے ان لوگوں نے اپنے اوپر یہ بات لازم کرلی کہ اب دنیا کی سب جائز لذتیں اور آرام بھی چھوڑ دیں، نکاح نہ کریں، کھانے پینے کے سامان جمع کرنے کی فکر نہ کریں، رہنے سہنے کے لیے مکان اور گھر کا اہتمام نہ کریں، لوگوں سے دور کسی جنگل پہاڑ میں بسر کرلیں، یا پھر خانہ بدوشوں کی طرح زندگی سیاحت میں گذار دیں؛ تاکہ دین کے احکام پر آزادی سے پورا پورا عمل کرسکیں، ان کا یہ عمل چوں کہ خدا کے خوف سے تھا، اس لیے ایسے لوگوں کو راہب یا رہبان کہا جانے لگا، ان کی طرف نسبت کر کے ان کے طریقہ کو رہبانیت سے تعبیر کرنے لگے۔

ان کا یہ طریقہ چوں کہ حالات سے مجبور ہو کر اپنے دین کی حفاظت کے لیے تھا، اس لیے اصالۃً کوئی مذموم چیز نہ تھی، البتہ ایک چیز کو اللہ کے لیے اپنے اوپر لازم کرلینے کے بعد اس میں کوتاہی اور خلاف ورزی بڑا گناہ ہے، جیسے نذر اور منت کا حکم ہے، کہ وہ اصل سے تو کسی پر لازم و واجب نہیں ہوتی، خود کوئی شخص اپنے اوپر کسی چیز کو نذر کر کے حرام یا واجب کرلیتا ہے تو پھر شرعاً اس کی پابندی واجب اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

خلاف ورزی گناہ ہوجاتی ہے، مگر ان میں بعض لوگوں نے رہبانیت کا نام رکھ کر دنیا طلبی اور عیش و عشرت کا ذریعہ بنا لیا، کیوں کہ عام آدمی ایسے لوگوں کے معتقد ہوئے، تحفے تحائف اور نذرانے آنے لگے، لوگوں کا ان کی طرف رجوع ہوا تو فواحش کی نوبت آنے لگی۔

قرآنِ کریم نے آیتِ مذکورہ میں ان کی اسی بات پر نکیر فرمائی، کہ خود ہی تو اپنے اوپر ترکِ لذات کو لازم کیا تھا جو منجانب اللہ ان پر لازم نہ کیا گیا تھا، اور جب لازم کرلیا تو پھر اس کی پابندی ان کو کرنا چاہیے تھی، لیکن اس کی خلاف ورزی کی۔

ان لوگوں کا یہ طریقہ اصل سے مذموم نہ تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث اس پر شاہد ہے۔ ابنِ کثیرؒ نے بروایتِ ابنِ ابی حاتم وابنِ جریر ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے، جن میں سے صرف تین فرقوں کو عذاب سے نجات ملی، جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ظالم و جابر بادشاہوں اور دولت وقوت والے فاسق وفاجر لوگوں کو ان کے فسق و فجور سے روکا، ان کے مقابلہ میں حق کا کلمہ بلند کیا، اور دینِ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دعوت دی، ان میں سے پہلے فرقہ نے قوت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا؛ مگر ان کے مقابلہ میں مغلوب ہو کر قتل کر دیے گئے، تو پھر ان کی جگہ ایک دوسری جماعت کھڑی ہوئی، جن کو مقابلہ کی اتنی بھی قوت و طاقت نہیں تھی؛ مگر کلمۂ حق پہنچانے کے لیے اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر ان کو حق کی طرف بلایا، ان سب کو بھی قتل کر دیا گیا، بعض کو آروں سے چیر دیا گیا، بعض کو زندہ آگ میں جلایا گیا، مگر انہوں نے اللہ کی رضا کے لیے ان سب مصائب پر صبر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کیا، یہ بھی نجات پاگئے؛ پھر ایک تیسری جماعت ان کی جگہ کھڑی ہوئی، جن میں نہ مقابلہ کی قوت تھی نہ ان کے ساتھ رہ کر خود اپنے دین پر عمل کرنے کی صورت بنتی تھی؛ اس لیے ان لوگوں نے جنگلوں اور پہاڑوں کا راستہ لیا، اور راہب بن گئے، یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے۔ ''وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میں سے اصل رہبانیت اختیار کرنے والے جنھوں نے رہبانیت کے لوازم کی رعایت کی، اور مصائب پر صبر کیا وہ بھی نجات یافتہ لوگوں میں سے ہیں۔

آیتِ مذکورہ کی اس تفسیر کا حاصل یہ ہوا کہ، جس طرح کی رہبانیت ابتداءً اختیار کرنے والوں نے اختیار کی تھی وہ اپنی ذات سے مذموم اور بری چیز نہ تھی، البتہ وہ کوئی حکمِ شرعی بھی نہیں تھا، ان لوگوں نے اپنی مرضی وخوشی سے اس کو اپنے اوپر لازم کرلیا تھا، برائی اور مذمت کا پہلو یہاں سے شروع ہوا کہ اس التزام کے بعد بعض لوگوں نے اس کو نبھایا نہیں، اور چوں کہ تعداد ایسے ہی لوگوں کی زیادہ ہوگئی تھی، اس لیے للاکثر حکم الکل، یعنی اکثریت کے عمل کو کل کی طرف منسوب کر دینا عرفِ عام ہے، اس قاعدہ کے موافق قرآن نے عام بنی اسرائیل کی طرف یہ منسوب کیا کہ، انہوں نے جس رہبانیت کو اپنے اوپر لازم کرلیا تھا اس کو نبھایا نہیں، اور اس کی شرائط کی رعایت نہیں کی، اسی کو فرمایا: ''فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا''۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس رہبانیت کے متعلق جو قرآن نے فرمایا ''ابْتَدَعُوهَا'' یعنی اس کو انہوں نے ایجاد کرلیا ہے، اس میں لفظ ابتداع جو بدعت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے مشتق ہے، وہ اس جگہ اپنے لغوی معنی یعنی اختراع وایجاد کے لیے بولا گیا ہے، شریعت کی اصطلاحی بدعت مراد نہیں ہے، جس کے بارے میں حدیث میں ارشاد ہے: ''کل بدعة ضلالة'' یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

قرآنِ کریم کے نسق ونظم میں غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے، سب سے پہلے تو اس جملے پر نظر ڈالیے: ''وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً'' جس میں حق تعالیٰ نے اپنی نعمت کے اظہار کے سلسلے میں فرمایا کہ، ہم نے ان کے دلوں میں رأفت، رحمت، رہبانیت پیدا کردی، نسقِ کلام بتلاتا ہے کہ جس طرح رافت ورحمت مذموم نہیں اسی طرح ان کی اختیار کردہ رہبانیت بھی اپنی ذات سے کوئی مذموم چیز نہ تھی؛ ورنہ مقامِ امتنان میں رافت ورحمت کے ساتھ رہبانیت کا ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، اسی لیے جن حضرات نے مطلقاً رہبانیت کو مذموم وممنوع قرار دیا اُن کو اس جگہ رہبانیت کے عطف میں غیر ضروری تاویل کرنا پڑی، کہ اس کو رافت ورحمت پر عطف نہیں مانا؛ بلکہ ایک مستقل جملہ یہاں محذوف قرار دیا یعنی ''ابْتَدَعُوا'' (كما فعله القرطبي)؛ لیکن مذکورہ تفسیر پر اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں رہتی، آگے بھی قرآنِ کریم نے ان کے اس ابتداع پر کوئی نکیر اور رد نہیں فرمایا؛ بلکہ نکیر اس پر کی گئی کہ انہوں نے اس اختیار کردہ رہبانیت کو نبھایا نہیں، اس کے حقوق وشرائط کی رعایت نہیں کی، یہ بھی جب ہی ہوسکتا ہے کہ ابتداع کو لغوی معنیٰ میں لیا جائے، شرعی اور اصطلاحی معنیٰ ہوتے تو قرآن خود اس پر بھی نکیر کرتا؛ کیوں کہ بدعتِ اصطلاحی خود ایک گمراہی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مذکورہ حدیث سے اَور بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ترہب اختیار کرنے والی جماعت کو نجات یافتہ جماعتوں میں شمار فرمایا، اگر یہ بدعتِ اصطلاحی کے مجرم ہوتے تو نجات یافتہ میں شمار نہ ہوتے؛ بلکہ گمراہوں میں شمار کیے جاتے۔

کیا رہبانیت مطلقاً مذموم و ناجائز ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

صحیح بات یہ ہے کہ لفظ رہبانیت کا عام اطلاق ترکِ لذات و ترکِ مباحات کے لیے ہوتا ہے، اس کے چند درجے ہیں:

ایک یہ کہ کسی مباح و حلال چیز کو اعتقاداً یا عملاً حرام قرار دے، یہ تو دین کی تحریف و تغییر ہے، اس معنیٰ کے اعتبار سے رہبانیت قطعاً حرام ہے، اور آیتِ قرآن: "یَا أَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَیِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ" اور اس کی امثال میں اسی کی ممانعت اور حرمت کا بیان ہے، اس آیت کا عنوان "لَا تُحَرِّمُوا" خود یہ بتلا رہا ہے کہ، اس کی ممانعت اس لیے ہے کہ یہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اعتقاداً یا عملاً حرام قرار دے رہا ہے، جو احکامِ الٰہیہ میں تبدیل و تحریف کے مرادف ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ: مباح کے کرنے کو اعتقاداً یا عملاً حرام قرار نہیں دیتا؛ مگر کسی دنیوی یا دینی ضرورت کی وجہ سے اس کو چھوڑنے کی پابندی کرتا ہے، دنیوی ضرورت جیسے کسی بیماری کے خطرہ سے کسی مباح چیز سے پرہیز کرے، اور دینی ضرورت یہ کہ یہ محسوس کرے کہ میں نے اس مباح کو اختیار کیا تو انجام کار میں کسی گناہ میں مبتلا ہو جاؤں گا، جیسے جھوٹ، غیبت وغیرہ سے بچنے کے لیے کوئی آدمی لوگوں سے اختلاط ہی چھوڑ دے، یا کسی نفسانی رذیلہ کے علاج کے لیے چند روز

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بعض مباحات کو ترک کر دے، اور اس ترک کی پابندی بطور علاج ودوا کے اس وقت تک کرے جب تک یہ رذیلہ دور نہ ہو جائے، جیسے صوفیائے کرام مبتدی کو کم کھانے، کم سونے، کم اختلاط کی تاکید کرتے ہیں، کہ یہ ایک مجاہدہ ہوتا ہے نفس کو اعتدال پر لانے کا، جب نفس پر قابو ہو جاتا ہے کہ ناجائز تک پہنچنے کا خطرہ نہ رہے تو یہ پرہیز چھوڑ دیا جاتا ہے، یہ درحقیقت رہبانیت نہیں، تقویٰ ہے، جو مطلوب فی الدین اور اسلاف کرام صحابہ وتابعین اور ائمہ دین سے ثابت ہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ: کسی مباح کو حرام تو قرار نہیں دیتا؛ مگر اس کا استعمال جس طرح سنت سے ثابت ہے اس طرح کے استعمال کو بھی چھوڑنا، ثواب اور افضل جان کر اس سے پرہیز کرتا ہے، یہ ایک قسم کا غلو ہے جس سے احادیثِ کثیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اور جس حدیث میں ”لا رهبانية في الاسلام“ آیا ہے یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں، اس سے مراد ایسا ہی ترکِ مباحات ہے، کہ ان کے ترک کو افضل وثواب سمجھے، بنی اسرائیل میں جو رہبانیت اول شروع ہوئی وہ اگر حفاظتِ دین کی ضرورت سے تھی تو دوسری قسم یعنی تقویٰ میں داخل ہے؛ لیکن اہلِ کتاب میں غلو فی الدین کی آفت بہت تھی، وہ اس غلو میں پہلے درجہ میں تحریمِ حلال تک پہنچے تو حرام کے مرتکب ہوئے، اور تیسرے درجہ تک رہے تو بھی ایک مذموم فعل کے مجرم بنے“۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

(معارف القرآن ۸/ ۳۲۶تا۳۲۹)

حضرت اقدس تھانویؒ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ سے مسائلِ سلوک کا استنباط کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

''جس رہبانیت کو انہوں طلبِ رضائے حق کے لیے اختیار کیا تھا اس پر ان کی مذمت نہیں کی گئی؛ بلکہ اس کی رعایت نہ کرنے پر مذمت فرمائی''۔(بیان القرآن، الحدید، ۱۱/ ۱۱۰)

ہر زمانے کے مجاہدے الگ الگ ہوتے ہیں

مجالسِ حکیم الامت میں ہے:

حضراتِ صوفیائے کرام میں جو مجاہدات، شب بیداری، بہت کم کھانا، بہت کم بولنا وغیرہ معروف ومشہور ہیں، نہ وہ کوئی شرعی حکم ہے نہ اصل مقصود ہیں؛ بلکہ ان مجاہدات کا مقصد نفس کو ایسی ریاضت کرانا ہے جس سے وہ بے قابو نہ ہو، شرعی حدود کے دائرہ میں رہے؛ اس لیے شیخ مصلح اور مربی کا فرض ہے کہ، طالب کی طاقت، فرصت اور مزاج کو دیکھ کر اس کے مطابق مجاہدات تجویز کرے، پہلے زمانے کے مشائخ نے جو شدید مجاہدات تجویز کیے تھے وہ اس زمانے کے مناسب تھے؛ کیوں کہ طبائع میں قوت وشدت تھی، بغیر شدید مجاہدات کے نفس کو اعتدال پر قائم کرنا مشکل تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: آج کل طبائع میں خود ضعف ہے، قویٰ عام طور پر کمزور ہیں، پہلے چالیس روز کے مجاہدات سے جتنا اثر ہوتا تھا وہ اب طبعی ضعف کے سبب خود بخود حاصل ہے، اس لیے اس زمانے میں تقلیلِ طعام اور تقلیلِ منام کے مجاہدات نہ کرانے چاہئیں کہ۔ دوسری صحت مختل ہو جاتی ہے، پھر کوئی بھی کام نہیں ہوتا۔

فرمایا کہ: اطبا سے معلوم ہوا ہے کہ پہلے زمانے کے نسخوں میں ایک آدمی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے لیے دواؤں کی جو مقدار لکھی جاتی تھی وہ اب چار آدمی بھی نہیں کھا سکتے، اب تقریباً اس مقدار کا چوتھائی لکھا جاتا ہے، یہی حال مجاہداتِ صوفیہ کا بھی ہے کہ وہ دراصل دوائیں ہیں، غذا نہیں، ان کو بقدرِ ضرورت مزاج وطبیعت کی مناسبت سے استعمال کرانا چاہیے۔ غرض یہ ہے کہ مجاہدات مقصود نہیں؛ بلکہ طریقِ مقصود اور ذریعہ ہیں، طریق اور مقصود میں امتیاز کرنا چاہیے۔ (مجالسِ حکیم الامت ص: ۱۶۷، ۱۶۸)

مجاہدے سے مقصود اعتدال ہے

حضرت مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

''صوفیائے کرام بعض اوقات جائز چیزوں سے ابھی اس لیے روک دیتے ہیں تاکہ نفس کو مجاہدہ کا عادی بنایا جائے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ سے کسی نے پوچھا کہ: حضرت! یہ صوفیائے کرام بہت سی ایسی چیزوں سے بھی منع کر دیتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے، یہ کیوں حرام کر دیتے ہیں؟ مثلاً اللہ تعالیٰ نے کھانا حلال کیا تھا، صوفیا کہتے ہیں کہ: مت کھاؤ، سونا حلال کیا ہے، صوفیا کہتے ہیں کہ: مت سوؤ، لوگوں سے ملنے جلنے اور بات چیت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے، صوفیا کہتے ہیں کہ: بات چیت کم کرو، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت نانوتویؒ نے ایک کاغذ لیا اور فرمایا کہ: اس کاغذ کو ایک طرف موڑ دو، پھر فرمایا: اس کاغذ کو سیدھا کرو؛ لیکن بار بار سیدھا کرنے کے باوجود یہ کاغذ سیدھا نہیں ہوتا، جو سلوٹ اس میں پڑ گئی ہے وہ اسی طرف اس کاغذ کو موڑ رہی ہے، اس کو سیدھا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کاغذ کو دوسری طرف الٹی سمت میں موڑ دو،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اب یہ کاغذ سیدھا ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ: انسان کا نفس بھی گناہ کی طرف مڑا ہوا ہے، جب اس کو تم اعتدال پر لانا چاہتے ہو تو یہ اعتدال پر نہیں آتا؛ اس لیے اس نفس کو دوسری طرف موڑو، اور اس نفس سے جائز اور حلال چیزیں بھی چھڑاؤ، جب اس سے جائز چیزیں چھڑاؤ گے تو بالآخر اس کے اندر اعتدال پیدا ہو جائے گا، اور پھر گناہ سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رہے گا۔ (اصلاحی مجالس ص: ۶۳، ۶۴)

خلاصہ یہ کہ قرآن شریف نے جس رہبانیت کی مذمت بیان فرمائی ہے اس کا تعلق اعتقاد یا عمل سے ہے، اور حضراتِ صوفیہ تقلیلِ لذات وترکِ مباحات کرواتے ہیں اس کا تعلق علاج سے ہے، اس کی اجازت ہے۔

تقلیلِ لذات کا ثبوت

تقلیلِ لذات کا ثبوت موجود ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

عن جابر رضي الله عنه قال: ادركني عمر رضي الله عنه وفيه قال: أو كلما اشتهيت شيئاً اشتريته؟ حسب احدكم من السرف ان ياكل كل ما اشتهى. اخرجه مالك. (التکشف ص: ۳۸۱)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ: مجھ کو حضرت عمرؓ ملے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ: حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا جب کسی چیز کی تم کو رغبت ہوتی ہے تو تم اس کو خرید ہی لیتے ہو؟ آدمی کے مسرف ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جس چیز کو جی چاہا کرے، وہی کھا لیا کرے۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔ (تیسیر ص: ۳۹۵)

ف: عادۃً تقلیلِ لذات، قریب قریب کل اہلِ طریق تقلیلِ لذات کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ایک خاص درجہ میں اہتمام رکھتے ہیں، جو مدلول ہے حدیث کا، اور یہ ایک شعبہ ہے مجاہدہ کا۔ (التکشف، ص:۳۸۱)

حضرات اولیاء کی طرف منسوب چند مجاہدے

تالیفاتِ رشیدیہ میں ہے:

(سوال:) بعض حضراتِ صوفیاء و بزرگانِ دین کے احوال جو سنے جاتے ہیں والعلم عند اللہ کہ وہ اپنے نفس پر تکالیفِ شاقہ (دشوار) میں مشقتیں اٹھاتے ہیں، مثلاً ٹاٹ زنجیریں پہننا، خصی کر ڈالنا، جنگلوں میں نکل جانا، سختی میں پڑنا، ترکِ نکاح، ترکِ لباس، ترکِ طیبات لحم وغیرہ وغیرہ امور کو گویا اپنے اوپر حرام کر لینا، کہ جو حسبِ شرع شریف سنن اور مستحسن یا مباح ہیں اور مصائب وسختی میں پڑنا ممنوع؛ کیوں کہ آیت: "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" اور قول "ان الدين يسر" کے خلاف ہے؛ البتہ یہ رہبانیت یہود و نصاریٰ میں تھی سو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی۔ قال الله تعالىٰ: "وَرَهْبَانِيَّةَ نِابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ" الاٰية. اور ابوداود میں ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا تشددوا على أنفسكم فيشدد الله عليكم، فإن قوما شددوا على أنفسهم فشدد الله عليهم، فتلك بقاياهم فى الصوامع والديار "وَرَهْبَانِيَّةَ نِابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ" جب کہ ایسے امور بدعت اور ممنوع ٹھہرے، تو ان کے لیے باعث کمال تو کیا؛ بلکہ زوال ہوگا۔ بعض کو سنا ہے کہ بارہ برس چاہ میں لٹکے رہے اور دریا میں چھ ماہ سرما میں اور چھ ماہ گرما میں دھوپ میں پڑے رہے، ان امور سے سمجھ میں نہیں آتا ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کہ نماز وغیرہ حوائجِ دین و دنیا کس طرح ادا ہوئے ہوں گے؟ کیوں کہ یہ احوال بزرگانِ اہلِ دین کے لوگ بیان کرتے ہیں، عوام جہال صوفیوں کا کیا ذکر اور کیا پوچھنا! لہٰذا عرض یہ ہے کہ اسلام کی درویشی تو محض اتباعِ سنت و اتباعِ شریعت پر موقوف ہے، خلاف اس کے ہرگز نہیں ہوسکتی، اگرچہ کیسا ہی کمال حاصل کرے مگر معتبر نہیں، پھر یہ امور تو سنت اور صحابہ کے رویہ کے خلاف ہے چہ جائے کہ ان کو کمال مانا جائے؟ ان امور کو اولیاء کی طرف نسبت کرنا اور کمالِ معتبر جاننا چاہیے یا خلافِ قرآن وحدیث جان کر ان کو رد کرے۔

(جواب) بزرگانِ دین نے جو مجاہدات کیے ہیں کوئی ایسا امر نہیں کیا جس سے کوئی بروئے شرع کے ان پر طعن کرسکے، کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ“ اور مخالفت نفس و شیطان کی کرنا خود جہادِ اکبر ہے، نص سے یہ بات ثابت ہے، پس تہذیبِ نفس کے واسطے لذائذ ومباحاتِ لباس وراحت وغیرہ کو انہوں نے ترک کیا تھا؛ تاکہ نفس ان کا تقاضۂ معصیت سے باز رہے، اور نفسِ امارہ ان کا مطمئنہ ہوجاوے۔ خود فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعض اوقات مرغوب شے کو ترک کردیا ہے، صحابہؓ نے بھی، اور بہ حکمِ ”أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا“ لذائذ کو نہیں کھایا، اور خود زینتِ مکان کرنے سے حضرت فاطمہؓ پر رنج ظاہر کیا، تو اشارۃً ثابت فرمادیا کہ اگر مباحات کو تہذیبِ نفس کے واسطے چھوڑ دیں تو درست ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فقر اختیاری تھا؛ نہ اضطراری، تو اس سے ان مباحات کے ترک کرنے کی اجازت نکلتی ہے، اور بزرگوں نے ترکِ مباحات لذائذ کا کیا ہے نہ یہ کہ تحریم اپنے نفس پر کرلی ہو۔ مریض اگر بسببِ مرض

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے کوئی شئ ترک کرے اور تمام عمر بیماری کی وجہ سے اس کو نہ کھاوے تو کچھ ملامت شرع کی نہیں، اور نہ وہ مجرم ہوتا ہے، ایسا ہی بزرگوں نے طیبات کو ترک کیا ہے بوجہ معالجۂ باطنی اخلاق بدنفس کے نہ بوجہ تحریم کے، اور خصی ہونا اور دریا میں پڑا رہنا ترکِ صلوۃ وغیرہ یہ بزرگوں سے نہیں صادر ہوا، کسی احمق نے بزرگوں پر تہمت لگائی ہے۔

ہاں! اگر چاہ میں لٹکے اور دریا میں کسی وقت سزائے نفس کے واسطے گرے تو نماز، فرائض واوراد کو بوجہِ احسن ادا کر کے یہ کام کیا ہوگا؛ ورنہ تمام مشتاق صلاح وتکمیلِ صلوۃ وصوم کے واسطے کرتے تھے اس کو کیسے ترک کرتے! یہ غلط تہمت ہے۔ اور ترکِ نکاح کرنا اکثر بزرگوں سے ہوا بوجہِ اپنی شہوت پر اعتماد کر کے، کہ معصیت سرزد نہ ہووے گی، اور فراغِ خاطر کی وجہ سے عبادت میں اور مالِ حرام سے بچنے کو نفقۂ حلال کا پیدا کرنے میں زوجہ کے واسطے دشواری جانتے تھے، اور اپنے نفس پر گھاس حلال پر قانع ہوتے تھے، تو ان وجوہ سے ترکِ نکاح معیوب نہیں؛ بلکہ بعض اوقات واجب ہوجاتا ہے کہ نکاح نہ کرے، پس یہ طعن شرعاً بالکل خطافہمی وناواقفیتِ دین کے قواعد سے ہے۔ بہر حال ان کا مجاہدہ باشارۂ نصوص ہے اور اس مجاہدہ کے سبب ان کو قوتِ روحانی اور تہذیبِ اخلاق و نفس حاصل ہوتی تھی، لہٰذا یہ ان کے حق میں عبادت تھا اور ترکِ مباح پر کوئی گناہ و عتاب نہیں ہوتا؛ البتہ مباح کو حرام کرنا بدعت ومخالفت ہے، سو ان سے یہ امر ہرگز سرزد نہیں ہوا، ترکِ مباحات بطورِ معالجہ امراضِ نفس کے ہوا ہے، پس ان اکابر کے جملہ افعال عینِ کمال تھے اور عین موافقتِ حکمِ شرع کے ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کارِ پاکاں راقیاس از خود مگیر	گرچہ ماند در نوشتن شَیر و شِیر

(تالیفاتِ رشیدیہ ص: ۱۹۴ تا ۱۹۶)

”تبلیغ کا فائدہ متعدی اور سلوک کا لازم“ کی حقیقت

سوال (۱۰): مرکز نظام الدین سے متعلق رہ کر دعوت وتبلیغ کا کام کرنا اور خانقاہ سے متعلق رہ کر اپنے سلوک کو طے کرنا، یہ دونوں کام اگر عند الشرع درست قرار دیے جائے اور دونوں کو مقصود اور مطلوب سمجھا جائے، تو بھی دعوت وتبلیغ کا کام بہ ایں وجہ مقدم معلوم ہوتا ہے کہ، دعوت وتبلیغ کے کام میں تعدی ہے یعنی اپنی ذات کے ساتھ دوسروں کا بھی فائدہ ہے، اور تصوف وسلوک میں لزوم ہے، یعنی اس میں صرف سالک اور مرید کا فائدہ ہے؛ لہٰذا اگر امت کا یہ دعوت وتبلیغ کا طبقہ خانقاہ اور خانقاہی اعمال سے بیزار ہو کر صرف اور صرف دعوت وتبلیغ میں مصروف رہے، تو کیا قباحت ہے؟ ان کو خانقاہ سے مستغنی کیوں نہیں قرار دیا جاتا؟

جواب (۱۰): آپ کا یہ فرمانا: ”امت کا یہ دعوت وتبلیغ کا طبقہ خانقاہ اور خانقاہی اعمال سے بیزار ہو کر صرف اور صرف دعوت وتبلیغ میں مصروف رہے تو کیا قباحت ہے؟ ان کو خانقاہ سے مستغنی کیوں نہیں قرار دیا جاتا؟“ یہ طبقہ تو یوں ہی بیزار اور مستغنی ہے، اس کو مستغنی قرار دینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آپ کے استفتاء کے ہر سوال کے طرزِ تحریر سے استغناء کا انداز لگایا جا سکتا ہے، مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل ودماغ میں یہ جم چکا ہے کہ تبلیغی کام اور خانقاہی نظام میں ایسا تضاد اور منافات ہے کہ یہ دونوں کبھی جمع ہی نہیں ہو سکتے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

یعنی جو تبلیغی ہے وہ کبھی صوفی نہیں ہوسکتا اور صوفی کبھی مبلغ نہیں ہوسکتا ہے، حالاں کہ فی الواقع ایسا نہیں ؛ بلکہ دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، جیسا کہ شروع جواب میں اکابرِ تبلیغ کے احوال میں گزر چکا۔

اپنے رذائل کی اصلاح کرائے بغیر مبلغ صحیح معنی میں مبلغ ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''جب تک نسبت مع الخالق راسخ نہ ہو تعلق مع الخلق بلاضرورت سراسر مضرت ہے، اور جو منفعت سوچی جاتی ہے کہ ادائے حقِ خلق ہے، اور حقِ خلق بھی جب ہی ادا ہوتا ہے کہ نسبت مع الخالق راسخ ہوجاوے؛ ورنہ حقِ خلق ادا ہوتا ہے نہ حقِ خالق، یہ تجربہ ہے، اور ایک کا نہیں؛ بلکہ ہزاروں اہلِ بصیرت کا؛ اسی لیے ہم سے اور آپ سے زیادہ اہلِ تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا ہے''۔

(انفاسِ عیسیٰ ۲ / ۴۷۹)

آپ کا یہ فرمانا: ''دعوت وتبلیغ کا کام بہ ایں وجہ مقدم معلوم ہوتا ہے کہ دعوت وتبلیغ کے کام میں تعدی ہے یعنی اپنی ذات کے ساتھ دوسروں کا بھی فائدہ ہے، اور تصوف وسلوک میں لزوم ہے یعنی اس میں صرف سالک ومرید کا فائدہ ہے'' بادی النظر میں مفید معلوم ہوتا ہے؛ مگر بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو جو مبلغ اپنی اصلاح کرائے بغیر نفعِ متعدی کی فکر میں دوسروں کو امر بالمعروف کرے گا، اس پر اطمینان نہیں کیا جاسکتا کہ کب فتنہ میں مبتلا ہوجائے؛ اس لیے کہ امر بالمعروف ہر کس وناکس کا کام نہیں۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

''نفعِ متعدی کی اجازت شیخ اس وقت دیتا ہے جب سیاست وتدبیر کا ملکہ بھی مرید میں دیکھ لیتا ہے؛ کیوں کہ امر بالمعروف کے کچھ آداب ہیں، جن کے قابل ہر ایک نہیں ہوتا، اور جن کے بغیر امر بالمعروف بجائے مفید ہونے کے موجبِ فتنہ وفساد ہوجاتا ہے''۔ (انفاسِ عیسیٰ ۱/ ۵۸، ۵۹)

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ فرماتے ہیں:

''مضمون ۲۷: حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ: حضرت قبر سے فیض ہوتا ہے؟ حضرت نے پوچھا: فیض لینے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ: مثلاً میں، فرمایا: نہیں ہوتا، ہمارے حضرت (مراد حضرت تھانویؒ ہیں) مدظلہ العالی نے فرمایا کہ: اگر وہ یہ کہہ دیتے کہ مثلاً آپ، تو حضرت جواب دیتے: ہاں! ہوتا ہے، اسی طرح مجھ سے بھی لوگ پوچھتے ہیں کہ: تبلیغ کی جائے تو لوگوں کو فائدہ ہوگا یا نہیں؟ تو میں (یعنی حضرت مولانا وصی اللہ صاحبؒ) پوچھتا ہوں کہ: تبلیغ کرنے والا کون ہے؟ تو اگر کوئی عامی شخص ہوا اور کہا کہ مثلاً میں، تو کہتا ہوں کہ فائدہ نہ ہوگا، اور اگر کسی محقق کا نام لیا تو کہتا ہوں کہ: ہاں! اس کی تبلیغ سے فائدہ ہوگا''۔ (مجموعۂ تالیفات مصلح الامت ۵/ ۳۶)

علامتِ اخلاص

''احسن الفتاویٰ'' میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ کا ایک رسالہ ''تبلیغ کی شرعی حیثیت و حدود'' کے نام سے ہے، اس میں ''علاماتِ اخلاص'' پر کلام کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

’’جو شخص دوسروں تک دین پہنچا رہا ہو، اگر اس کی طبیعت اور اصل مذاق یہ ہو کہ خلوت میں اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے دل بے چین رہتا ہو، نہ کسی سے ملنے کو دل چاہتا ہو نہ کسی سے بات کرنے کو، گویا یہ حال بنا ہوا ہو:

مجھے دوست چھوڑ دیں، سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی، مجھے کُل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں، مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے، مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

لوگوں کو تبلیغ کرنے میں طبیعت پر بہت بوجھ پڑتا ہو؛ مگر مالک کے حکم کی تعمیل میں مجبوراً تبلیغ کر رہا ہو، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی تبلیغ اور دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہیں۔

اور اگر خلوت میں بیٹھنے سے دل گھبراتا ہو، ہر وقت لوگوں میں تبلیغ اور بیان کرنے کا شوق چڑھا رہتا ہو، تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کی دینی خدمات قبول نہیں؛ اس لیے کہ وہ یہ خدمات اللہ کے لیے نہیں کر رہا، اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کر کے اپنے نفس کے لیے کر رہا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی طبیعت اور اصل مذاق یہ تھا: ’’حبب الیه الخلاء‘‘ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خلوت کو محبوب بنا دیا تھا۔ تبلیغ کے لیے لوگوں میں بیٹھنا آپ کو طبعاً بہت گراں تھا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: ’’وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَه‘‘ (۱۸:۲۸) اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں۔یعنی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں بیٹھنا آپ پر گراں ہے، اس لیے آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ تبلیغ کی خاطر اپنی طبیعت پر جبر کر کے لوگوں کے ساتھ بیٹھا کریں۔

دل تو ہر وقت بلا واسطہ محبوب کے دیدار کے لیے بے چین ہے؛ مگر اس کا حکم ہے کہ دوسروں تک میری باتیں پہنچاؤ، اس لیے محبوب کے حکم کی تعمیل میں اپنی خواہش کو فنا کر دیتے ہیں:

ارید وصاله و یرید هجري		فاترك ما ارید لما یرید

میں تو محبوب کا وصال چاہتا ہوں اور محبوب میرا فراق چاہتا ہے، پس میں اپنی خواہش کو محبوب کی خواہش پر قربان کرتا ہوں:

نہ دیکھا جائے گا خونِ تمنا اپنی آنکھوں سے
مگر تیرے لیے جانِ تمنا یہ بھی دیکھیں گے

(احسن الفتاویٰ ۹/ ۱۴۰،۱۴۱)

حضراتِ اکابر کی عباراتِ بالا کی روشنی میں آپ خود فیصلہ کر لیجیے! کہ آپ جن فوائد کو متعدی اور لازم سمجھ رہے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے! اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے امت کن فوائد سے محرومی کا شکار ہو رہی ہے!فالی الله المشتکی.

تصوف کے چار سلسلے اور خاصیت

سوال (۱۱): تصوف اور سلوک کے جو چار سلسلے ہیں (۱) چشتیہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(۲) نقشبندیہ (۳) قادریہ (۴) سہروردیہ؛ ان چاروں سلسلوں کا سلسلۃ الذہب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بالاتصال ملتا ہے یا نہیں؟ یا کسی اَور جگہ ملتا ہے؟ لہٰذا ان چاروں سلسلوں کا مخرج کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں، اور یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ ہر ایک سلسلہ کی جداگانہ کیا کیا خاصیت ہے؟ اور کیا کیا فوائد ہیں۔

جواب (۱۱): حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

''جتنے سلسلے ولایت کے ہیں سب بہ واسطۂ اہلِ بیت کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتے ہیں، چناں چہ نقشبندیہ کے ایک سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق اور دوسرے میں حضرت علیؓ وحضرت امام حسینؓ وحضرت امام زین العابدینؒ و حضرت امام محمد باقرؒ وحضرت امام جعفر صادقؒ وحضرت امام موسیٰ کاظمؒ وحضرت امام علی ابن موسیٰؒ، اور سلسۂ قادریہ میں حضرت امام حسنؓ وحضرت حسن مثنیٰؒ وحضرت سید عبداللہ محضؒ اور سلسلۂ چشتیہ میں حضرت علیؓ اور سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت امام علی موسیٰ رضاؒ واقع ہیں، پس یہ سب سلاسل اہلِ بیت کے ہیں۔ فَهٰذِهِ السَّلاَسِلُ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا''۔ (امداد الفتاویٰ ۶ / ۱۳۸، ۱۳۹)

حضرت تھانویؒ سے ایک غیر مقلد نے سوال کیا کہ: صوفیہ کے خاندانوں کی چار تقسیم چشتیہ، نقشبندیہ وغیرہ خلافِ سنت معلوم ہوتی ہے، اس کے جواب میں حضرتؒ نے فرمایا: اول تو یہ تقسیم کوئی شرعی تقسیم نہیں؛ محض اصطلاح ہے، اس لیے کوئی بدعت نہیں۔ دوسرے یہ تقسیم کسی کے نزدیک بھی کوئی ضروری چیز نہیں، آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کو کامل اختیار ہے، اپنے آپ کو ان میں سے کسی طرف بھی منسوب نہ کریں۔

(مجالسِ حکیم الامتؒ ص: ۳۲۷)

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی مذکورہ بالا دونوں عبارتوں میں آپ کا مطلوبہ جواب نکل آیا:

اول یہ کہ یہ چاروں سلسلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتے ہیں، چناں چہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے اپنی مشہور تصنیف ''ضیاء القلوب'' (اردو ص: ٦٢ تا ٦۴، فارسی ص: ٦۴ تا ٦٨) میں چاروں سلسلے کے مشائخ کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں، طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کیا۔

دوم یہ کہ یہ تقسیم کوئی شرعی امر نہیں؛ لہٰذا اس کی کھوج میں پڑنا مناسب نہیں، باقی مقصود چاروں سلسلہ کا ایک ہے، وہ ''تعلق مع اللہ''، جیسے کسی شخص کو (۱) طبِ یونانی (۲) ہومیو پیتھک (۳) ایلو پیتھک (۴) ویدک میں مہارت ہوجانے پر جملہ طرقِ معالجہ میں اس کو ڈگری دے دی جائے، اور وہ مریضوں کے امراض، طبائع اور موسم کی رعایت کرتے ہوئے جو طریقۂ علاج جس کے حق میں مفید سمجھے اس کو اختیار کرے، ان طرقِ معالجہ میں اختلافِ کثیرہ کے باوجود مقصود سب کا ایک ہے، (یعنی حصولِ شفا)۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴/ ۳۷۲)

استفتاء میں لکھا ہے کہ: ''ہر ایک سلسلہ کی جدگانہ کیا کیا خاصیت ہے''؟ اس کا اصل جواب عمل سے تعلق رکھتا ہے، یعنی سلسلہ میں مربوط ہوئے بغیر یہ خاصیت سمجھ میں آنا مشکل ہے، تاہم قریب الفہم کرنے کے لیے شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی سوانح حیات ''آپ بیتی'' سے ایک اقتباس نقل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کیا جاتا ہے:

۱۲: البدائع ص: ۲۳۰ پر حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے مشائخِ چشتیہ اور مشائخِ نقشبندیہ کے درمیان میں تربیت کے فرق کی بہت تفصیل تحریر فرمائی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: مشائخ کا طریق یہ ہے کہ وہ وصل کی تدبیر پہلے کرتے ہیں، پھر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے تعلق قطع ہوتا جاتا ہے اور دوسرے فصل کو مقدم کرتے ہیں، پھر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جتنا غیر سے تعلق قطع ہوتا ہے اتنا ہی خدا تعالیٰ سے بڑھتا ہے؛ کیوں کہ دو ہی تعلق ہیں، ان میں اگر ایک بڑھے گا دوسرا گھٹے گا، اور ایک گھٹے گا تو دوسرا بڑھے گا، اس کی ایسی مثال ہے جیسے اطباء میں اختلاف ہے، کہ مریض کو صحت وقوت کی طرف لانا ہو تو اول صحت یعنی ازالۂ امراض کی تدبیر کرنا چاہیے یا قوت کی، اطبائے یونانی صحت یعنی ازالۂ مرض کی تدبیر مقدم کرتے ہیں۔ (آپ بیتی ۲ / ۱۱۲۲)

کشف کی حقیقت

سوال (۱۲): اہل اللہ حضرات اور شیوخ کو بہت سی مرتبہ کشف ہوتا ہے؛ لہٰذا کشف کی تعریف بیان فرمائیں، اور یہ بھی واضح فرمائیں کہ: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی کشف ہوتا تھا یا نہیں؟ نیز صحابہؓ میں سے کسی کی زندگی میں کشف ہوا ہو تو اس کے کچھ نمونے یا کم از کم حوالے بیان فرمائیں۔

جواب (۱۲): کشف اس کو کہتے ہیں کہ جو واقعات عالمِ مثال میں ہو رہے ہیں، اور عام نظروں سے مستور ہیں وہ کسی کی نظر کے سامنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آجائیں۔(مجالسِ حکیم الامت ص:۲۱۷)

کشف کوئی کمالِ انسانی نہیں، فاسق، فاجر، کافر؛ بلکہ حیوانات کو بھی ہوتا ہے، آیتِ کریمہ: لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيد. (ق:۲۲) ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تو اس واقعے (یعنی قیامت کے واقعہ) کی طرف سے غفلت میں پڑا ہوا تھا، اب ہم نے تجھ سے وہ پردہ ہٹا دیا ہے جو تجھ پر پڑا ہوا تھا، چناں چہ آج تیری نگاہ خوب تیز ہوگئی ہے۔

اس کی تفسیر میں حضرت تھانویؒ ''مسائل السلوک'' کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں: ''اس سے کفار کے لیے بھی بلا مجاہدہ کشف کا حصول معلوم ہوتا ہے، تو ایسی چیز مؤمن کی مطلوب نہ ہونا چاہیے''۔(بیان القرآن ۱۱/ ۵۲)

اہلِ باطل کو بھی کشف ہوتا ہے

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی جاتی ہے:

عن أبی سعيدنِ الخدری رضی اللہ عنہ قال: لقيه رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وأبو بكر وعمر يعنی ابن صياد فی بعض طرق المدينة، فقال له رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أتشهد أنی رسول الله، فقال هو: أتشهد أنی رسول الله؟ فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اٰمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله، ماذا ترى؟ قال: أرى عرشا على الماء، فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ترى عرش إبليس على البحر، قال: وما ترى؟ قال أرى صادقين وكاذبا أو كاذبين وصادقا، فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لبس عليه فدعوه. رواه مسلم (مشكوة، قصة ابن صياد، ص:۴۷۸)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ: (ایک دن) رسولِ کریم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ان سب کی ملاقات مدینہ کے ایک راستہ میں ابن صیاد سے ہوگئی، رسولِ کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے جواب میں کہا کہ: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ رسولِ کریم ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: میں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، (اس کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا کہ: اچھا یہ بتا) تو کیا چیز دیکھتا ہے؟ اس نے کہا کہ: میں ایک تخت کو پانی پر دیکھتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا: تو ابلیس کے تخت کو سمندر پر دیکھتا ہے، پھر فرمایا: اس کے علاوہ اَور کیا دیکھتا ہے؟ ابنِ صیاد نے کہا کہ: دو سچوں کو دیکھتا ہوں (جو سچی خبریں لایا کرتے ہیں) اور ایک جھوٹے کو دیکھتا ہوں (جو جھوٹی خبریں لایا کرتا ہے) یا دو جھوٹوں کو دیکھتا ہوں اور ایک سچے کو، اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے (صحابہؓ سے مخاطب ہوکر) فرمایا: اس کے لیے صورتِ حال (یعنی کہانت) کو گُڈ مُڈ کر دیا گیا ہے، اس کو چھوڑ دو (یعنی یہ تو ٹھیک بات کرنے کے بھی قابل نہیں، کہ اس کا کوئی جواب دیا جائے)۔ (مظاہر حق جدید ۶/ ۳۸۵)

حدیثِ بالا کی شرح فرماتے ہوئے حضرت تھانویؒ رقمطراز ہیں:

''حدیث مندرجۂ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ، اہلِ باطل کو بھی کشف ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر کشف مقبول ومحمود نہیں، چناں چہ عرشِ ابلیس کے انکشاف کو معرض مذمت میں فرمایا گیا، پس جو لوگ کشف کو ولایت کی علامت سمجھتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہیں، یا ہر کشف پر اعتماد کرتے ہیں ان پر یہ حدیث دیکھ کر (اس) امر کی اصلاح واجب ہے''۔ (شریعت وطریقت ص:۵۲۱)

ایک اَور جگہ مذکورہ حدیث کے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ باطل کو کشفِ کائنات واشرافِ خواطر ہوسکتا ہے، پس یہ بھی علامت، ولایت کی نہیں، جیسا عام لوگ دھوکہ میں ہیں''۔

(التکشف ص:۴۱۳)

''کشف'' یقین میں اضافے کا سبب ہے یا حجابِ راہ؟

حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ:

''اولیاء سے جو کچھ اظہار ہوتا ہے وہ ان کی سکر و مستی کا نتیجہ ہے؛ اس لیے کہ وہ اصحابِ سکر ہیں، اس کے برخلاف انبیاء اصحابِ صحو ہیں، سالک کے لیے کشف وکرامات حجابِ راہ ہیں، محبت سے استقامت پیدا ہوتی ہے''۔

(تاریخِ دعوت وعزیمت ۳/ ۱۳۲)

مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ کے مکتوبات میں نادر تحقیقات اور بلند ولطیف علوم ومضامین کا ایسا ذخیرہ ہے، جو حقائق ومعارف کی کتابوں میں کم دستیاب ہوتا ہے، اس میں سے ایک گرامی نامہ کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو:

''صدیقین پر کشف اور فراستِ صادقہ میں سے جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور ہونے والے واقعات میں سے جو واقعات ان پر منکشف ہوجاتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں پر اس طرح کی چیزیں منکشف نہ ہوں؛ لیکن اس سے ان پر کوئی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اعتراض اوران کے کمالات میں کوئی نقص ثابت نہیں ہوتا، اعتراض اور نقص کی چیز جادۂ استقامت سے ہٹ جانا ہے۔صدیقین پر اس طرح کی جو چیزیں منکشف ہوتی ہیں وہ ان کے یقین کے اضافہ کا سبب ہوتی ہیں، اوراس سے ان کے مجاہدہ میں اور پختگی اوراخلاقِ حمیدہ میں اور ترقی ہوتی ہے، اگر یہ حالات ایسے کسی شخص کو پیش آئیں جواحکامِ شریعت کا پابند نہیں وہ اس کے بُعد کا سبب اوراس کے فریب و حماقت کا ذریعہ بن جاتے ہیں، وہ اس کے دھوکہ اورغرور میں لوگوں کومغلوب اور حقیر سمجھنے لگتا ہے، اورکبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسلام کا رشتہ اس کی گردن سے باہر ہوجاتا ہے، اوروہ احکامِ الٰہی کے حدوداورحلال وحرام کا منکر بن جاتا ہے، اور سمجھنے لگتا ہے کہ عبادت کا مقصد ذکرِ الٰہی کے سوا کچھ نہیں، وہ سنت کی پیروی چھوڑ دیتا ہے اور الحادوزندقہ کا شکار ہوجاتا ہے۔نعوذباللہ منہا (تاریخِ دعوت وعزیمت ۳/ ۲۹۲ تا۲۹۴)

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات۔جسے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے جمع فرمایا ہے۔سے چندملفوظاتِ گرامی نقل کیے جاتے ہیں:

غیر مسلم وفاسق کوکشف

(۱)ارشادفرمایا کہ: غائب چیزیں یا آئندہ ہونے والے واقعات کا کشف، نہ کوئی دیدنی کمال ہے نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تقرب کی علامت ہے، اس کے لیےتو مسلمان یاعاقل ہونا بھی شرط نہیں، غیر مسلم کوبھی کشف ہوسکتا ہے، مجنون کوبھی کشفِ صحیح ہوسکتا ہے۔طبِ یونانی کی مشہور کتاب ''شرح اسباب'' میں دماغی امراض کے ذیل میں لکھا ہے کہ: بہت سے پاگلوں کو کشفِ صحیح ہو جاتا ہے اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کافروں، فاسقوں کے کشفِ صحیح ہونے کے تو سیکڑوں واقعات دنیا میں معروف و مشہور ہیں۔

قدرت اللہ نامی شخص کے کشفِ قبور کے واقعے

قدرت اللہ نامی ایک صاحب تھے، جنہیں خود بخود کشفِ قبور ہونے لگا تھا، اور کشف بھی اکثر صحیح ہوتا تھا؛ مگر وہ نماز تک کے پابند نہیں تھے۔ وہ ایک قبر پر گئے تو بتلایا کہ: صاحبِ قبر کھڑے ہوئے صندل کی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ تحقیق کرنے پر ان کے خاص دوست نے بتلایا کہ: واقعی صاحبِ قبر صندل ہی کی تسبیح رکھتے تھے، جس سے ان کو خاص محبت تھی؛ اس لیے اس دوست سے کہا تھا کہ میرے دفن کے وقت یہ تسبیح میری قبر میں رکھ دینا، اس کے مطابق کیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ قدرت اللہ صاحب ایک قبر کے پاس نماز پڑھنے لگے، اچانک چونک اُٹھے اور کہا کہ: اس قبر میں مردہ پر عذاب ہو رہا ہے، اور وجہ عذاب کی یہ ہے کہ اس کے پاس کسی شخص کی امانت تھی، اس نے طلب کیا تو یہ مُکر گیا، اور امانت واپس نہ دی۔ قدرت اللہ صاحب کو اس سے پہلے اس مردہ کا نام اور حال کچھ معلوم نہ تھا، جب تحقیق کی گئی تو اس کی بیوی نے اقرار کیا کہ، واقعی بات صحیح ہے، یہ میرے شوہر تھے، انھوں نے فلاں شخص کی امانت لے کر واپس دینے سے انکار کر دیا۔

غرض یہ کہ مغیبات کا کشف ایک جسمانی باطنی قوت کے تابع ہے، وہ کافروں، فاسقوں، دیوانوں کو بھی کبھی حاصل ہو جاتی ہے، اس سے کشف ہونے لگتا ہے اور کشف بھی اکثر صحیح ہوتا ہے، ان چیزوں کو تقرب الی اللہ اور بزرگی میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کوئی دخل نہیں ۔آج کل لوگ عجائب پسند ہو گئے ہیں،جس کو صاحبِ کشف دیکھا اس کے معتقد ہو جاتے ہیں، اوران میں بہت سے لوگ خود گمراہ ہو تے ہیں اور دوسروں کوگمراہ کرتے ہیں ۔حق و باطل اور مقبول و مردود کا اصل معیار صرف اتباعِ شریعت وسنت ہے، جواس معیار پر پورا نہ اترے وہ ولی و مقتدا نہیں ؛ گمراہ ہے، خواہ اس کو کتنے ہی کشف صحیح ہوتے ہوں ۔(مجالسِ حکیم الامت ص:۴۹، ۵۰)

کشف کے ذریعے علم وامتحان

(۲)ارشاد فرمایا کہ: شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تحقیق اگرچہ یہ ہے کہ مشائخِ کاملین کے کشف و الہام میں غلطی نہیں ہوتی ؛لیکن اس کے باوجود انہوں نے فرمایا ہے کہ: جو علم کسی امتی کو کشف و الہام کے طریقے سے حاصل ہوتا ہے وہ مستحکم ،قابلِ اطمینان نہیں ؛ بلکہ مکمل اطمینان اس علم پر ہوسکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ملتا ہے۔فرمایا کہ: کشف والہام میں بعض اوقات صاحبِ کشف کا امتحان بھی مطلوب ہوتا ہے اور نبی کی تعلیم میں ابتلا وامتحان کا امکان نہیں، کیوں کہ نبی کی شان صرف ہادی کی ہوتی ہے،ضلالت وگمراہی اس کے راستے میں نہیں آسکتی ،بخلاف کشف کے کہ اس کا تعلق تکوینی امور سے ہے،اور تکوین وتقدیر میں ہدایت وضلالت دونوں ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ جل شانہ کی شان جدا ہے، ہدایت اور ضلالت دونوں ان کی قدرت ومشیت سے ہوتی ہیں ؛اسی لیے خواب میں شیطان ملعون اپنی خدائی کا دعویٰ تو کرسکتا ہے،مگر خواب میں بھی اس کو یہ کہنے کی قدرت نہیں دی گئی کہ وہ اپنے آپ کو نبی یا رسول ظاہر کرے؛ کیوں کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ایسی صورت میں انسان دھوکہ کھا سکتا ہے، اور خدائی کے دعوے میں ایسا دھوکہ نہیں ہوسکتا، ادنیٰ عقل والا بھی اس کو باطل سمجھے گا۔ (ایضاً ص: ۱۴۳، ۱۴۴)

(۳) ارشاد فرمایا کہ: کشفِ کونی یعنی دنیا میں آئندہ پیدا ہونے والے واقعات کا انکشاف کبھی مِن جانب اللہ غیر اختیاری ہوتا ہے، اور کبھی تصرف سے بھی حاصل ہوتا ہے، وہ امرِ اختیاری ہے اور کسبی چیز ہے، بعض ریاضتوں اور اعمال سے کونیات کا کشف ہونے لگتا ہے، اور فاسق، فاجر؛ بلکہ کافر کو بھی ہوسکتا ہے۔ (ایضاً ص: ۲۱۳)

(۴) فرمایا کہ: کشف کا حاصل یہ ہے کہ وہ واقعات جو عالمِ مثال میں ہورہے ہیں اور عام نظروں سے مستور ہیں وہ کسی کی نظر کے سامنے آجائیں، ان کو دیکھ لے، اور عموماً جب مادیات اور تعلقات سے قلب فارغ ہو تو ایسا ہوجانا کچھ بعید نہیں ہوتا، اس کے لیے مقبول عند اللہ ہونا تو کیا، مسلمان ہونا بھی شرط نہیں: کافر، فاسق کو بھی حاصل ہوسکتا ہے؛ بلکہ پاگل و دیوانے کو بھی، کرامت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں؛ کیوں کہ کرامت کے معنیٰ خداوندی اعزاز کے ہیں جو ان لوگوں کو حاصل نہیں؛ البتہ یہی انکشاف کسی شخص کو مِن جانب اللہ بطورِ کرامت کے بھی کرادیا جاتا ہے، وہ کشف کرامت بھی ہوتا ہے، جیسے عموماً اولیاء اللہ کے کشف ہیں، اور جو کشف بطورِ کرامت کے ہوتا ہے اس کی خاص علامت یہ ہے کہ: اس کے ساتھ نفس میں تواضع پستی اور شکستگی اور اپنا عجز محسوس ہوتا ہے، جس کشف کے ساتھ یہ علامت نہ ہو؛ بلکہ عجب اور فخر اپنے نفس میں محسوس ہو وہ کرامت نہیں؛ بلکہ استدراج ہے جس سے پناہ مانگنا چاہیے۔ (ایضاً ص: ۲۱۷، ۲۱۸)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مذکورہ بالا ارشاداتِ گرامی سے واضح ہو گیا کہ کشف، کمال اور بزرگی کی علامت نہیں اور نہ یہ اختیاری ہے؛ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضراتِ صحابہؓ کی سیرت میں تلاش کرنا بے معنیٰ ہے۔ نیز حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عالمِ مثال اور عالمِ آخرت کے بہت سے واقعات سے بذریعۂ وحی باخبر فرمایا تھا؛ اس لیے وحی اور کشف کے مابین تمیز کرنا اور یہ بتلانا کہ فلاں واقعہ کا علم بذریعۂ کشف ہوا تھا اور فلاں کا بذریعۂ وحی مشکل معاملہ ہے۔

حضراتِ صحابہؓ کی حیاتِ مبارکہ کشف و کرامات سے بھری پڑی ہے، ان واقعات کا احاطہ دشوار امر ہے۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کی مشہور تصنیف ''حیاۃ الصحابہ'' کا مطالعہ فرمالیں، نیز خاص اسی موضوع پر مولانا سید احمد حسن سنبھلیؒ کا رسالہ ''کراماتِ صحابہ'' ہے جس پر حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تقریظ موجود ہے، اس کا مطالعہ کریں، اس میں حضراتِ صحابہؓ کی کرامات اور کشف کے ایک سو اٹھارہ واقعات ہیں۔

اجتماعی ذکر وقرآن خوانی کے حکم میں فرق کیوں؟

سوال (۱۳۰): کسی مندوب اور مستحب عمل کو اجتماعی طور پر اہتمام کے ساتھ ایسا کرنا کہ اس سے اس کا وجوب مترشح ہوتا ہو، یہ بدعت کی حد تک نہیں پہنچتا؟ جیسا کہ اجتماعی قرآن خوانی وغیرہ وغیرہ، تو اجتماعی طور پر ذکر بالجہر اور مراقبہ وغیرہ کرنا کیوں کر بدعت نہیں ہوتا؟ بظاہر ایسا تو مشکل ہے کہ اجتماعاً قرآن خوانی بدعتِ قبیحہ ہو، اور اجتماعاً ذکر بالجہر وغیرہ بدعتِ حسنہ بن کر درست ہو، لہٰذا وجہِ فرق

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں۔

جواب (۱۴۳): اجتماعی ذکرِ جہری اور مراقبہ اہم عبادت ہے، قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بہت دلکش آواز عطا فرمائی تھی، اور معجزے کے طور پر یہ خصوصیت بخشی تھی کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ ذکر اور تسبیح میں شریک ہوتے تھے، اور اُڑتے ہوئے پرندے بھی رُک جاتے اور وہ بھی ذکر کرنے لگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ، وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ. (ص: ۱۹،۱۸) ترجمہ: ہم نے پہاڑوں کو اس کام پر لگا دیا تھا کہ وہ شام کے وقت اور سورج کے نکلتے وقت ان کے ساتھ تسبیح کیا کریں، اور پرندوں کو بھی جنہیں اکٹھا کرلیا جاتا تھا، یہ سب ان کے ساتھ مل کر اللہ کا خوب ذکر کرتے تھے۔

مذکورہ آیت سے استنباط کرتے ہوئے ''مسائلِ سلوک'' میں حضرت اقدس تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''قوله تعالى: ''إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَه يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ'' الخ بعد ما يحمل على التسبيح القالى كما هو ظاهر القرآن و مؤيد بكشف كثير من اهل الله تعالى يؤخذ منه امران: الاول الاجتماع على الذكر تنشيطاً للنفس و تقوية للهمة وتعاكس بركات الجماعة من بعض على بعض، و الثانى صحة ما يتخيل فى بعض الاشغال من اشتغال كل ما فى العالم بالذكر، وله تأثير عجيب فى جمع الهمة وقطع الخطرات''. (بیان القرآن ۱۰/ ۴، مسائل السلوک)

قوله تعالى: ''إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَه'' اس کو تسبیحِ قالی پر محمول کرنے کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صورت میں جیسا کہ قرآن کا ظاہر اور نیز مؤید بالکشف ہے۔اس سے دوامر ماخوذ ہوتے ہیں،اول: اجتماع فی الذکر، جس سے تنشیطِ نفس اور تقویتِ ہمت اور برکاتِ ذکر کا باہمی تعاکس حاصل ہوتا ہے۔اور دوسرے: بعض اشغال کی صحت جس میں تمام عالم کو ذاکر تصور کیا جاتا ہے، اور اس شغل کی جمعِ ہمت اور قطعِ خطرات میں عجیب تأثیر ہے۔(آیاتِ قرآن سے مسائلِ سلوک کا استنباط،ص:۳۲۱)

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله تعالی یتلون کتاب اللّٰه ویتدارسونه بینهم؛ إلا نزلت علیهم السکینة، وغشیتهم الرحمة، وحفتهم الملائکة، وذکرهم اللّٰه فیمن عنده. اخرجه ابوداؤد.(تیسیر کلکتہ ص:۳۸) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: نہیں مجتمع ہوا کوئی مجمع کسی گھر میں اللہ کے گھروں میں سے، کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اس کو پڑھتے پڑھاتے ہوں؛ مگر نازل ہوتی ہے ان پر کیفیت تسکینِ قلبی کی،اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت،اور گھیر لیتے ہیں ان کو ملائکہ،اور ذکر فرماتے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ اُن (ارواح وملائکہ) میں جو کہ اللہ کے پاس ہیں۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ف: عادت ذکر حلقہ: بہت سے ذاکرین کے ایک جگہ جمع ہوکر ذکر کرنے سے دلچسپی ذکر میں اور تعاکسِ انوارِ قلوب میں اور نشاط اور ہمت کا بڑھنا اور سستی کا دفع ہونا اور مداومت میں سہولت وغیرہ منافع حاصل ہوتے ہیں،اس کو''ذکرِ حلقہ'' کہتے ہیں، اس حدیث میں اس کی اصل مع اشارہ کے اس کی برکات کی طرف موجود ہے۔(التکشف عن مہمات التصوف ص:۳۲۹)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ذکرِ جہری کا ثبوت

حضرت اقدس تھانویؒ نے ذکرِ جہری پر طویل و مفصل کلام فرمایا ہے، اس کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

''پس بعد ثبوتِ مشروعیتِ جہر کسی طور وہیئت کے ساتھ مقید نہیں؛ بلکہ بوجہِ اطلاقِ ادلہ مطلق ہے، خواہ منفرد ہو یا مجتمع، حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر، یا کسی اَور صورت سے، کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر؛ ہر طور سے جائز ہے''۔

عن أبی ہریرة وأبی سعید رضی اللہ عنہ قالا: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا يقعد قوم يذكرون إلا حفتهم الملائكة. رواه مسلم.

وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ انه قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: يقول الله تعالىٰ: أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه إذا ذكرني، فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منهم. متفق عليه.

وعن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لأن أقعد مع قوم يذكرون الله من صلاة العصر إلى أن تغرب الشمس، أحب إليّ من أعتق أربعة. رواه ابوداؤد.

وعن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إذا مررتم برياض الجنة فارتعوا، قالوا: ما رياض الجنة؟ قال: حلق الذكر. رواه الترمذي.

وقال الله تعالىٰ: الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلىٰ جُنُوبِهِمْ. الآية.

وفي تفسير الاحمدي في بحث الجهر و الاخفاء: وهذا بحث

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مختلف فيه بين الانام في زماننا، ولا طائل تحته؛ اذا المقصود بكل الوصول الي الله باي طريق كان.

پس ثابت ہوا کہ ذکرِ جہر ہر طور سے جائز ہے، کسی کو کسی طور سے منع نہ کریں، یہی ارجح واضح ہے؛ بلکہ اگر عدمِ مشروعیت کو بھی ترجیح دی جاوے تب بھی عوام کو منع نہ کریں، کہ اسی بہانے سے کچھ خیر کر گذرتے ہیں، چناں چہ خود مانعین نے اس امر کی تصریح کردی ہے:

قال فی الدر المختار بعد المنع من الجهر: وهذا للخواص، و أما العوام فلا يمنعون من تكبير ولا تنفل أصلا؛ لقلة رغبتهم في الخيرات. بحر. قوله: فلا يمنعون لا تحسن المقابلة؛ الا لو قال فلا يكره فی حقهم، وقد يقال ماذكره لازم عدم الكراهة. وقوله: أصلا أي: لا سرا ولا جهرا في التكبير. شامي. هذا ما عندي والله عليم بما عنده. (امداد الفتاویٰ ۵/ ۱۵۴، ۱۵۵)

مراقبے کا ثبوت

اسی طرح مراقبہ ذکر ہی کی ایک قسم ہے، مراقبہ یہ دل کا نگران ہوتا ہے، شیخ عزیز الدینؒ نے حضرت محبوب الٰہی کو خواب میں دیکھا کہ: فرماتے ہیں: عزیز الدین! تم روزے رکھا کرو اور دل کے روزے رکھا کرو، شیخ عزیز الدینؒ نے حضرت چراغ دہلویؒ سے یہ خواب بیان کیا تو فرمایا: ”حضرت نے اس طرح تمہیں مراقبہ کا حکم دیا ہے“۔ (تاریخِ مشائخِ چشت ۱/ ۳۳۴)

دل کے مراقبہ کا حدیث شریف سے ثبوت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كنت رديف رسول الله ﷺ فقال: يا غلام! احفظ الله تجده تجاهك. و في هذا الحديث: فإن استطعت أن تعمل لله تعالي بالرضاء في اليقين فافعل، فإن لم تستطع فإن في الصبر على ما تكره خيرا كثيرا. اخرجه رزين بهذا اللفظ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مرکب پر سوار تھا، آپ نے فرمایا کہ: اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا کرو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ: اگر تم سے ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے رضا کے ساتھ جو یقین سے مقرون ہو عمل کرو تو ایسا ضرور کرو، اور اگر یہ نہ کر سکو تو پھر نا گوار امور پر صبر کرنے میں بھی خیرِ کثیر ہے۔ روایت کیا اس کو رزین نے ان الفاظ سے۔ (تیسیر ص/ ۴۸۵)

ف: عادۃ مراقبہ: احفظ اللّٰہ کا جو مطلب ہے وہی حاصل ہے مراقبہ کا، جو اہلِ طریق کے عادات لازمہ سے ہے۔ رہ گئی خاص ہیئت، محض اس کے راسخ ہونے کے لیے ہے؛ مقصود بالذات نہیں؛ اس لیے اس ہیئت کے منصوص ہونے کی ضرورت نہیں۔ (التکشف عن مہمات التصرف ص: ۴۳۵)

عن أبي عبد الله بن أبي بكر: أن أبا طلحة الأنصاري كان يصلي في حائط له، فطار دبسي، فطفق يتردد و يلتمس مخرجا فلا يجد، فأعجب ابا طلحة ذلك، فتبعه بصره ساعة، ثم رجع إلى صلاته، فإذا هو لا يدري كم صلى؟ فقال: لقد أصابني في مالي هذا فتنة، فجاء إلى رسول الله ﷺ، فذكر له الذي أصابه في صلاته، فقال: يا رسول الله! هو صدقة، فضعه حيث

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شئت. اخرجه مالك.

عبداللہ بن ابی بکر سے روایت ہے کہ: حضرت ابوطلحہ انصاریؓ اپنے ایک باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک دبسی (ایک پرندہ یا جنگلی کبوتر ہے) اڑا، اور وہ چاروں طرف پھرنے لگا، نکلنے کا راستہ ڈھونڈھتا تھا اور رستہ نہ ملتا تھا، تو ابوطلحہؓ کو یہ امر خوش نما معلوم ہوا (کہ میرا باغ ایسا گنجان ہے کہ پرندہ کو نکلنے میں تکلیف ہوتی ہے، اور تھوڑی دیر تک ان کی نگاہیں اس کے ساتھ ساتھ رہیں؛ پھر اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوگئے، تو دیکھتے کیا ہیں کہ یہ یاد نہیں رہا کہ کتنی نماز (رکعت) پڑھی؟ اپنے دل میں کہا کہ: میرے اس مال کے سبب تو مجھ کو بڑا فتنہ پہنچا (کہ نماز میں قلب حاضر نہ رہا)، بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں حاضر ہوکر سارا واقعہ بیان کیا جو نماز میں ان کو پیش آیا، اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! یہ باغ فی سبیل اللہ جہاں چاہیں صرف فرمایئے، روایت کیا اس کو مالک نے۔ (تیسیر ص:۴۴۴)

ف: عادۃ مراقبۂ قلب: صوفیۂ کرام کے اعمال میں سے ہے کہ ہر وقت قلب کی دیکھ بھال رکھتے ہیں، کہ اس وقت کیا حالت ہے، جب تغیر پاتے ہیں اس کی تلافی کرتے ہیں، ان صحابی کے فعل سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس کو جائز رکھنے سے اس کی محمودیت ظاہر ہے، کیوں کہ ان کا یہ تنبُّہ اثر اسی مراقبہ کا ہے۔ کما لا یخفیٰ (ایضاً ص:۴۲۲)

غور وفکر کی فضیلت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے افضل ہے۔ حضرت ابو درداءؓ اور حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ: ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اَسّی (۸۰) سال کی عبادت سے افضل ہے۔ ام درداءؓ سے کسی نے پوچھا کہ: ابودرداءؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی؟ فرمایا: غور وفکر۔ یہ روایتِ ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ: ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ (۶۰) برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں یہ کا مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی، ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا مستحب، اس کے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی، جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور وفکر کو افضل عبادت اس لیے کہا گیا کہ اس میں معنیٰ ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں، دو چیزوں کا اضافہ اَور ہوتا ہے: ایک: اللہ کی معرفت، اس لیے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے، دوسری: اللہ کی محبت، کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جس کو صوفیہ ''مراقبہ'' سے تعبیر فرماتے ہیں، بہت سی روایت سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ (فضائلِ اعمال جدید، ۱/ ۳۶۰، ۳۶۱)

مراقبہ بنیادی ستون ہے

علامہ ابن القیم جوزیہؒ نے مراقبہ کو اعمالِ قلوب کا بنیادی ستون قرار دیا ہے، اور لکھا ہے کہ: اعمالِ قلوب اور مقاماتِ دین کا اصل سرچشمہ یہی مراقبہ ہے، اور حدیثِ احسان کو شاہد کے طور پر پیش فرمایا ہے؛ چناں چہ سکینہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فإن قلت: قد ذكرت اقسامها ونتيجتها وثمرتها وعلامتها، فما اسبابها الجالبة لها؟

قلت: سببها: استيلاء مراقبة العبد لربه جل جلاله حتى كأنه يراه، وكلما اشتدت هذه المراقبة اوجبت له من الحياء والسكينة والمحبة والخضوع والخشوع و الخوف والرجاء ما لا يحصل بدونها، فالمراقبة اساس الاعمال القلبية كلها، وعمودها الذي قيامها به. ولقد جمع النبي ﷺ اصول اعمال القلب وفروعها كلها في كلمة واحدة، وهي قوله في الاحسان: "ان تعبد الله كانك تراه"، فتأمل كل مقام من مقامات الدين، وكل عمل من اعمال القلوب، كيف تجد هذا اصله ومنبعه!. (اعلام الموقعين، الفصل الثانی، کلام الأئمة فی ادوات الفتیا وشروطها ۱/ ۷۰)

خلاصہ یہ کہ اجتماعی ذکر بالجہر ومراقبہ بدعت نہیں، جائز ہے۔

"امداد الفتاویٰ" کی مذکورہ بالا عبارت کے حاشیہ میں ہے:

"مگر اس میں شرط یہ ہے کہ، کسی نائم یا مصلی کو اذیت نہ ہو اور جہر مفرط نہ ہو، اور اگر کسی شیخ نے جہر مفرط بتلایا ہو تو علاوہ شرط عدمِ تاذی جس پر ان کے ایک شرط اس میں یہ بھی ہے کہ، جہر کے اس افراط کو قربتِ مقصودہ نہ سمجھے؛ بلکہ مبنی بر مصالحِ خاصہ معتبرہ معلومہ عند المشائخ سمجھے۔ ۱۲ منہ (حاشیہ امداد الفتاویٰ ۵/ ۱۵۴)

اسی طرح مجالسِ ذکر میں حاضری کو ضروری سمجھا جائے، نہ حاضر ہونے والے پر طعن تشنیع کی جائے، یا اَور کوئی غیر مشروع وجہ ہو، تو ایسی صورت میں بھی ایسا ذکر ممنوع ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نعم الجهر المفرط ممنوع شرعاً، و كذا الجهر الغير المفرط اذا كان فيه ايذاء لاحد من نائم او مصل، او حصلت فيه شبهة رياء، اولوحظت فيه خصوصيات غير مشروعة، او التزم كالتزام الملتزمات؛ فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، و التخصيص من غير مخصص مكروها، كما صرح به على القارى فى "شرح المشكاة" و الحصكفى فى "الدر المختار" وغيرهما. (سباحة الفكر فى الجهر بالذكر. ص:٢٦)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے رسالہ میں اجتماعی ذکر کے بارے میں طویل کلام کیا ہے، اس میں اجتماعی ذکر کو جائز کہا ہے، اسی طرح صاحبِ "فتاویٰ خیریہ" علامہ خیر الدین رملیؒ نے اجتماعی ذکر کو مؤید باحادیث قرار دیا ہے؛ لہٰذا اس کے جواز میں کسی بھی قسم کا شبہ نہیں، دونوں حضرات کی عبارت پیش کی جاتی ہے: سباحۃ الفکر میں ہے:

و منهم الشيخ عبد الحق الدهلوى، حيث اورد فى رسالته المسماة "بتوصيل المريد الى المراد، ببيان احكام الاحزاب و الاوراد" كلاماً طويلا بالفارسية فى جوازه، و انا اذكره معرباً، فنقول:

الجهر و الاعلان بالذكر و التلاوة، و الاجتماع للذكر فى المجالس و المساجد جائز و مشروع، لحديث: "من ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منه" و قوله تعالي: "كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا" ايضاً يمكن دليلاً له، و فى صحيح البخارى: عن ابن عباس انه قال: كنا لا نعرف انصراف الناس من الصلاة فى عهد رسول الله الا بالذكر جهراً. (سباحة الفكر في الجهر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بالذکر ص:۳٦)

و فی ”الفتاوی الخیریة“: سئل من دمشق من الشیخ ابراهیم، فیما اعتاده السادة الصوفیة من: حلق الذکر و الجهر به فی المساجد من جماعة ورثوا ذلك من اٰبائهم و اجدادهم، و ینشدون القصائد الصوفیة، و ثَم من یعترض علیهم و یقول: لا یجوز الانشاد، و کذا رفع الصوت بالذکر، فهل اعتراضه موافق للحکم الشرعی؟

فاجاب: حلق الذکر و الجهر به، وانشاد القصائد، قد جاء فی الحدیث ما اقتضی طلبه، نحو: ”وان ذکرني في ملأ ذکرته في ملأ خیر منه“ رواه البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجه و احمد باسناد صحیح. والذکر فی الملأ لا یکون الا عن جهر، و کذا حلق الذکر و طواف الملائکة بها، و ماورد فیها من الاحادیث. (ایضاً ص:۲۸)

اجتماعی قرآن خوانی

آپ نے اجتماعی ذکر کا قرآن خوانی سے معارضہ پیش فرمایا ہے جو درست نہیں، رسم ورواج کی پابندی اور برادری، مروت اور دباؤ کے بغیر اور مخصوص تاریخ اور دن معین کیے بغیر اور دعوتی اہتمام اور اجتماعی التزام کے بغیر قرآن خوانی کی جائے، تو جائز ہے، قرآن خوانی کو جن علما نے ناجائز کہا ہے اس کی بنیاد بھی یہی ہے۔

و اما الاجتماع لتلاوة فهو ثابت من حدیث: ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یقرؤن القراٰن ویتدارسونه إلا حفت بهم الملائکة. صححه النووي وغیره. ومن هاهنا اخذوا جواز قراءة الاحزاب والاوراد فی المساجد

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

و المجالس.وذهب مالك و اصحابه الى كراهة جميع هذه الامور لعدم عمل السلف بها، ولسد الذرائع، و قطع مواد البدعة؛ لئلا تلزم الزيادة فى الدين و الخروج عن الحق المبين، وقد وقع فى زماننا هذا ما خافه و اتقاه. انتهى كلامه بتعريبه. (سباحة الفكر في الجهر بالذكر ص: ٦٥، ٦٦)

بیعت کے اقسام

سوال (۱۴): بندہ کی اپنی معلومات کے مطابق بیعت کے اقسام تین ہیں: (۱) البیعۃ علی الجہاد (۲) البیعۃ علی الاسلام (۳) البیعۃ علی مواظبۃ المعروفات وعلی ترک المنکرات۔ کیا یہ حصر صحیح ہے؟ یا بیعت کے اَور بھی اقسام ہیں؟ بالتفصیل بیان فرمائیں۔ والسلام مع الاحترام

مستفتی: العبد محمد امین عباس کڈیوالا

Madressa Arbiyya Hidayatul Islam

Bagbanpura Washim,AT&Dist.Washim

Maharashtra,pin:444505

جواب (۱۴): سوال میں ذکر کردہ بیعت کی تیسری قسم میں تفصیل ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

فاعلم ان البيعة المتوارثة بين الصوفية على وجوه: احدها بيعة التوبة من المعاصى، و الثانى: بيعة التبرك فى سلسلة الصالحين بمنزلة سلسلة اسناد الحديث، فان فيها بركة، و الثالث: بيعة تأكد العزيمة على التجرد لامر الله وترك ما نهي عنه ظاهراً وباطناً، وتعليق القلب بالله تعالى وهو الاصل.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جان لیجیے کہ جو بیعت حضراتِ صوفیہ میں متوارث ہے وہ کئی طرق پر ہے: پہلا طریقہ معاصی سے بیعتِ توبہ، اور دوسرا طریقہ بیعتِ تبرک ہے، جس میں صالحین کے سلسلہ میں داخل ہوکر تبرک حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے احادیث کا سلسلۂ اسناد، اور تیسرا طریقہ بیعتِ تأکدِ عزیمت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے اجتناب کا عزمِ مصمم خلوص کے ساتھ کرنا، ظاہراً و باطناً ہر طرح سے اور تعلیق دل کی اللہ جل شانہ سے، اور یہی تیسرا طریقہ اصل ہے۔

و اما الاولان فالوفاء بالبيعة فيهما ترك الكبائر و عدم الاصرار على الصغائر، و التمسك بالطاعات المذكورة من الواجبات و السنن الرواتب و النكث بالاخلال فيما ذكرنا.

اور پہلی دونوں قسم کی طریقوں میں بیعت کا پورا کرنا عبارت ہے ترکِ کبائر سے، اور نہ اَڑ جانا صغائر پر، اور طاعاتِ مذکورہ پر مضبوطی سے جمے رہنا از قسمِ واجبات اور مؤکدہ سنتوں کے، اور عہد شکنی عبارت ہے خلل ڈالنے سے اس میں جن کو ہم نے ذکر کیا، یعنی ارتکابِ کبائر اور اصرار علی الصغائر اور طاعات پر مستعد نہ ہونا بیعت شکنی ہے۔

واما الثالث فالوفاء البقاء علي هذه الهجرة و المجاهدة، حتى يكون متنوراً بنور السكينة، و يصير ذلك ديناً له و خلقاً و جبلةً، فعند ذلك قد يرخص فيما اباحه الشرع من اللذات و الاشتغال ببعض ما يحتاج الى طول التعهد كالتدريس و القضاء و النكث بالاخلال في ذلك.

اور تیسرے طریقہ میں بیعت پورا کرنا عبارت ہے ترکِ خواہشات،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مجاہدہ اور ریاضت پر ہمیشہ ثابت قدم رہنے سے، یہاں تک کہ روشن ہو جاوے اطمینان کے نور سے، اور بلا تکلف اس کی یہ عادت طبیعت اور جبلت میں رس بچ جائے، اس مرتبہ پر پہنچ جانے کے بعد کبھی اس کو اجازت دی جاتی ہے اس کی جس کو شریعت نے مباح کیا ہے از قسم لذات کی، اور مشغول ہونے کی بعضے ان کاموں میں جن میں طولِ مدت کی طرف حاجت ہو جاتی ہے، جیسے دینی علوم کا درس دینا اور فیصلہ کرنا، اور دل کے منور ہونے سے پہلے اس میں خلل اندازی بیعت شکنی ہے۔

(شفاء العلیل ترجمۂ قول الجمیل، دوسری فصل ص: ۱۸، ۱۹) فقط

خلاصۂ جواب

تبلیغی جماعت کے اعمال اور خانقاہ کے اَشغال میں ہم آہنگی کے نمونے

آپ کے استفتاء میں ذکر کردہ چودہ سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ، آپ نے تبلیغی جماعت کے اعمال اور خانقاہ اور صوفیا کے اشغال کے مابین فاصلہ اور مغایرت سمجھ رکھی ہے، حالاں کہ فی الواقع ایسا نہیں، حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جماعتِ تبلیغ کے جو اصول اور ضابطے مقرر فرمائے ہیں ان پر اعتدال کے ساتھ عملی مشق سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہی تصوف کا حاصل ہے۔ مثلاً: تبلیغی جماعت کے چھ نمبرات میں پہلا نمبر کلمۂ طیبہ اور تیسرا نمبر علم و ذکر ہے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کلمۂ طیبہ کے متعلق فرماتے ہیں:

یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے، اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمے کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہیں۔ (فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ ذکر ا / ۳۸۸)

مشائخِ سلوک کی لاکھوں نہیں، کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم بیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمۂ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ: لفظِ اللہ کا ذکر وِرد کے طور پر کم ازکم پانچ ہزار کی مقدار ہے، اور زیادہ کے لیے کوئی حد نہیں۔ اور صوفیا کے لیے کم ازکم پچیس ہزار روزانہ، اور لا الہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ: کم ازکم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخِ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ (فضائلِ اعمال، باب فضائلِ ذکر ا / ۴۰۳)

امداد السلوک میں ہے:

جان لے کہ سالک پر واجب ہے کہ دین کے اصول سے بہ خوبی واقف ہو؛ تاکہ اس کی معرفت اور عبودیت وعبادت درست ہوجائے۔ (امداد السلوک ص: ۱۶۰)

چوتھا نمبر ''اکرامِ مسلم'' ہے: اس کا حاصل یہ ہے کہ بندوں کے حقوق کا دھیان رکھا جائے، اور موقعہ بہ موقعہ ان کو ادا کرنے کی مشق کی جائے، اور جس کا جو درجہ ہو اسی کے موافق اس کے ساتھ برتاو کیا جائے۔

امداد السلوک میں لکھا ہے:

صوفیا کے اخلاق یہ ہیں: بردباری، تواضع، خیر خواہی وشفقت، ایذاء کا برداشت کرنا اور نرمی، احسان اور دوسروں کے نفع کو اپنے نفس کے نفع پر ترجیح دینا، خدمت واُلفت اور بشارت وکرم اور جاہ ومال کو خیر باد کہہ دینا اور مروت ومردانگی، محبت وسخاوت، عفو وصلح اور سخاووفا، حیاء وتلطف، ہنس مُکھ ہونا اور سکینہ ووقار ودعاو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ثنااور خوش خلقی، اور اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا اور اپنے بھائیوں کی توقیر کرنا، مشائخ کی عظمت رکھنا، چھوٹوں پر مہربانی کرنا، دوسروں کے احسان کو بڑا اور اپنے احسان کو کم سمجھنا۔ (امداد السلوک ص:۱۵۶)

پانچواں نمبر ''اخلاصِ نیت'' ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام کو محض اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرے۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سلوک کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''انما الاعمال بالنیات'' سارے تصوف کی ابتداء ہے اور ''ان تعبد الله كانک تراه'' سارے تصوف کا منتہا ہے، اسی کو ''نسبت'' کہتے ہیں، اسی کو ''یادداشت'' کہتے ہیں، اسی کو ''حضوری'' کہتے ہیں۔

حضوری گرہمی خواہی از وغافل مشو حافظ
منی ماتلق من تهوى دعِ الدنياواهملها

(آپ بیتی حصہ:۲، یادِایام ۱/۷۹)

اسی طرح تبلیغی جماعت کے نصاب کا ایک حصہ چلہ لگانا ہے، حضراتِ صوفیا کے یہاں بھی چلہ ہے، جس نیک کام پر چالیس روز پابندی کی جائے اس پر بہت اچھے ثمرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں، اور اس کام سے خاص قلبی لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے، یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے اور بہت سے اکابر ومشائخ کا تجربہ ہے۔

التکشف میں ہے:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: من أخلص لله أربعين صباحا، ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه علي لسانه. اخرجه رزين.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چالیس روز تک اللہ کے لیے خلوص (کے ساتھ عبادت) اختیار کرے، علم کے چشمے اس کے قلب سے (جوش زن ہوکر) اس کی زبان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

ف: عادۃِ چلہ: اکثر بزرگوں سے چلہ نشینی کا اہتمام منقول ہے، یہ حدیث اس کی اصل ہے۔ (التکشف ص: ۴۳۳)

اسی طرح جماعت بنا کر نکلنے میں ناموافق لوگوں کے اخلاق وافعال پر صبر وتحمل، رفقاء کے لیے ایثار و ہمدردی، عامۂ مخلوق کے لیے خیر خواہی و احسان، بڑوں کا اعزاز و احترام، چھوٹوں پر شفقت و مہربانی، امیر کی اطاعت و فرماں برداری، ماتحتوں کی نگرانی وغم گساری، باہمی مشورہ کی اہمیت وعادت وغیرہ وغیرہ بے شمار اخلاق وتعلیماتِ نبویہ کی آہستہ آہستہ مشق ہو جاتی ہے، اور رفتہ رفتہ تمام دین کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے، اور دین کی خاطر سر کھپانے، محنت کرنے کا جذبہ مستحکم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴ / ۲۲۵)

مذکورہ صفات سے متصف ہونے کی تعلیم مشائخِ صوفیہ بھی دیتے ہیں۔

اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ تبلیغی کام اور خانقاہی اعمال میں کیسی جامعیت واتحادیت ہے!!!۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تبلیغی اعمال، مشائخِ چشتیہ کے اشغال کا سنگم ہے۔ دومؤرخوں کی شہادت

بلکہ اگر کہا جائے کہ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے سلوک و تصوف کے اصطلاحی الفاظ اختیار کیے بغیر عوام کی ذہنی سطح کا لحاظ کرتے ہوئے مشائخِ چشتیہ کے سلوک کو اپنے تبلیغی طریقۂ کار میں سمو دیا ہے، تو بے جا نہ ہو گا۔ اس کی تائید کے لیے ہندوستان کے دو مؤرخ کی شہادت پیش کرتا ہوں:

جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی اپنی مشہور تصنیف ''تاریخِ مشائخِ چشت'' میں لکھتے ہیں:

موجودہ زمانے میں حضرت مولانا الیاس دہلویؒ نے مشائخِ چشت کے اس اصلاحی اصول کو خوب اچھی طرح سمجھا تھا اور اس پر عامل بھی تھے، آخری علالت کے زمانہ میں ہدایت فرمائی تھی: ''یاد رکھو! کہ مسلمانوں کی برائیوں کا انسداد ان کی برائیوں کی برائی بیان کرنے سے نہیں ہوسکتا؛ بلکہ چاہیے کہ ان میں جو ایک آدھ بھی اچھائی موجود ہے اس کی تکثیر کی جائے، برائیاں خود بہ خود دور ہو جائے گی''۔

(حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، ص: ۱۵۵، بحوالہ تاریخِ مشائخِ چشت ۱/ ۳۳۵)

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ کی حیاتِ مبارکہ کا قیمتی حصہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی صحبت اور ان کی خدمت میں آمد و رفت میں گذرا، تبلیغی تحریک کو انہوں نے بہت قریب سے دیکھا، اتنا ہی نہیں؛ بلکہ جناب ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی تحریک و دعوت کی وجہ سے ان کو ذہنی کشمکش تھی، اس سے انخلاء

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

و دستبرداری میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی صحبتِ بابرکت اور اخلاص پر مبنی تحریکِ جماعتِ تبلیغ ہی سببِ مؤثر ثابت ہوئی؛ چناں چہ حضرت مولانا علی میاںؒ تحریر فرماتے ہیں:

''میرا شعور جس قدر پختہ اور میرا مطالعہ اور تجربہ جتنا وسیع ہوتا گیا، میری ذہنی کشمکش میں اضافہ ہوتا گیا، اس کا نقطۂ ارتقاء وہ تھا جب میری ہندستان کے مشہور تبلیغی تحریک کے داعی و بانی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں آمد ورفت زیادہ ہوئی، میں جب ان کی زندگی، ان کی باطنی کیفیات اور ان کی ایمان و احتساب کی دعوت سے گہرے طور سے متأثر ہوا، تو یہ ذہنی خلیج عمیق اور وسیع ہونے لگی اور مجھے احساس ہوا کہ دعوتِ نبوت اور اس کے حامل کا مزاج اور اس کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں؟ اور وہ ایک ایسی تحریک و دعوت سے کتنی مختلف ہوتی ہیں جس کی بنیاد خالص مطالعہ، ذہانت اور کسی فلسفہ و نظام کے ردِ عمل پر ہوتی ہے؟..... میں نے ایک بار لکھنؤ سے جب مولانا مودودی کو اپنی اس ذہنی کشمکش کا حال لکھا، اور ان کو مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے میرے گہرے تأثر اور تبلیغی کام میں روز افزوں انہماک کا حال بطور خود بھی معلوم ہوا، تو انہوں نے مجھے اس بارے میں یکسو ہونے کی اجازت؛ بلکہ مشورہ دیا۔ (پُرانے چراغ ۲/ ۳۱۴)

اس تمہید کے بعد ان کی عبارت ملاحظہ کیجیے:

''اور پھر آخر میں مولانا محمد الیاسؒ کی تحریکِ دعوت و تبلیغ سے اس سلسلہ (سلسلۂ چشت) کے فیوض عالمگیر ہوئے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے تاریخِ مشائخِ چشت میں صحیح لکھا ہے: ''گذشتہ صدی میں کسی بزرگ نے چشتیہ سلسلہ کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اصلاحی اصولوں کو اس طرح جذب نہیں کیا جس طرح مولانا محمد الیاسؒ نے کیا تھا''۔[ص:۲۳۴](تاریخِ دعوت وعزیمت ۳/۴۹)

تنبیہ: خلاصے میں چند مثالوں کے ذریعہ تبلیغی کام اور خانقاہی مشاغل کے مابین صورۃً ہم آہنگی ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مقصودِ خانقاہ جب تبلیغی تحریک کے ذریعہ حاصل ہوجاتا ہے تو پھر مشائخِ خانقاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اصلاح کرانے کی ضرورت نہیں، یہ نتیجہ نکالنا غلط فہمی نہیں؛ بلکہ کج فہمی شمار ہوگا۔

استفتاء کی تمہید میں تفصیل سے گذر چکا ہے کہ انسان کی باطنی اصلاح کسی تحریک کے ذریعہ ہو ہی نہیں سکتی۔ فقط واللہ تعالی أعلم

احقر: عبدالقیوم راجکوٹی عفی عنہ

معین مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، گجرات، ہند

۲۰/رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح والمجیب مصیب، وللہ در المجیب: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مراجع ومصادر

نمبر شمار	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین
	کتب تفاسیر	
۱	تفسیر مظہری	قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ
۲	أحکام القرآن	امام ابوبکر جصاص رازیؒ
۳	تفسیر عزیزی	شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ
۴	بیان القرآن	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۵	معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
۶	توضیح القرآن	مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم
	کتب احادیث	
۷	صحیح بخاری	حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ
۸	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی
۹	نووی شرح مسلم	محی السنۃ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی
۱۰	بذل المجہود	شیخ خلیل احمد سہارن پوریؒ
۱۱	اوجز المسالک	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ
۱۲	مشکوۃ شریف	شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ تبریزی
۱۳	مظاہر حق جدید	علامہ نواب قطب الدین خان دہلویؒ
	کتب فقہ	
۱۴	فتح القدیر	علامہ کمال الدین المعروف بہ ابن ہمامؒ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۱۵	مقدمۂ ردالمحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ
۱۶	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
۱۷	امداد الفتاویٰ	حکیم الامت حضرت تھانویؒ
۱۸	حاشیۂ امداد الفتاویٰ	حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ
۱۹	امداد الاحکام	مفتی ظفر احمد تھانویؒ
۲۰	کفایت المفتی	مفتیٔ اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ
۲۱	احسن الفتاویٰ	حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ
۲۲	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ
۲۳	محمود الفتاویٰ	حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
۲۴	فتاویٰ حقانیہ	مفتیان دارالعلوم حقانیہ پاکستان
۲۵	آپ کے مسائل اور ان کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ
۲۶	فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مفتی رضاء الحق پاکستانی مدظلہ
۲۷	فتاویٰ علمائے ہند	حضرت مفتی انیس الرحمن صاحب قاسمی مدظلہ
	کتبِ تصوف	
۲۸	مکتوبات خواجہ محمد معصوم	خواجہ محمد معصوم صاحبؒ
۲۹	شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
۳۰	مجالس حکیم الامت	حکیم الامت حضرت تھانویؒ
۳۱	امداد السلوک	// //

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۳۲	التکشف عن مہمات التصوف	// //
۳۳	شریعت وطریقت	// //
۳۴	انفاس عیسیٰ	حضرت مولانا عیسیٰ صاحب الہ آبادیؒ
۳۵	تالیفات مصلح الامت	حضرت مولانا وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ
۳۶	ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحب	مولانا منظور نعمانیؒ
۳۷	تربیت السالکین	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ
۳۸	مواعظ عبیدیہ	مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ
۳۹	ملفوظات فقیہ الامت	فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ
۴۰	اصلاحی مجالس	حضرت مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ
	کتب عقائد	
۴۱	شرح عقائد	علامہ سعد الدین تفتازانیؒ
	کتب تاریخ	
۴۲	تذکرۃ الرشید	حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ
۴۳	تذکرۃ الخلیل	// //
۴۴	آپ بیتی	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ
۴۵	حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت	حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ
۴۶	تاریخ دعوت وعزیمت	// //

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۴۷	پُرانے چراغ	// //
۴۸	سیرت مصطفیٰ	مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ
۴۹	تاریخ مشائخ چشت	پروفیسر خلیق احمد نظامی
۵۰	سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب	مولانا محمد ثانی صاحبؒ
۵۱	سوانح حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ	مولانا محمد شاہد صاحب سہارن پوری مدظلہ
	کتب متفرقات	
۵۲	سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر	حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ
۵۳	حقوق العلم	حکیم الامت حضرت تھانویؒ
۵۴	فضائل اعمال	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ
۵۵	الاعتدال فی مراتب الرجال	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ
۵۶	شیخ الحدیث نمبر	ماہنامہ حسن تدبیر لاہور کی خصوصی اشاعت
۵۷	ماہنامہ البلاغ ۱۳۹۹ھ کراچی	خصوصی اشاعت بہ یاد حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ
۵۸	ماہنامہ البلاغ صفر ۱۴۳۴ھ کراچی	
۵۹	چھ نمبر	حضرت مولانا عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنیؒ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/